اسلامیات لازمی

10

برائے جماعت دہم

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

اسلامیات

برائے جماعت دہم

برائے:
بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

اپیل!

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ طلبہ کے لئے نصاب کے تحت معیاری درسی کتب کی تیاری پر مامور ہے۔ بورڈ اس سلسلے میں نامور ماہرین کی خدمات سے استفادہ کرتا ہے۔ اگرچہ کتابوں کے مواد اور معیار کو بہتر بنانے کے لئے مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں۔ اس کے باوجود بھی بہتری کی گنجائش موجود رہتی ہے۔ غلطیوں کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس پسِ منظر میں گزارش ہے کہ ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ درسی کتب کے معیار کو مزید بہتر بنایا جاسکے۔

یحییٰ خان مینگل

چیئرمین

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ

فون/فیکس نمبر: 081-2470501

ای میل: btbb_quetta@yahoo.com

جملہ حقوق بحق بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ محفوظ ہیں

منظور کردہ صوبائی محکمہ تعلیم حکومت بلوچستان کوئٹہ، پاکستان No. SO (Academic)/ EDN:/ 2-6/ 2276 مورخہ 18 جنوری 2013 بمطابق قومی نصاب 2006ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریل پالیسی 2007ء دفتر ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم اینڈ ایکسٹینشن سینٹر بلوچستان کوئٹہ بحوالہ مراسلہ نمبر 9019/ C.B مورخہ 21 جنوری 2013 اس کتاب کو بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے ناشر سے پرنٹ لائسنس حاصل کر کے سرکاری سکولوں میں مفت تقسیم کے لیے بھی طبع کیا ہے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

مصنفین : مس سبین اکبر اسسٹنٹ پروفیسر، بلوچستان یونیورسٹی آف انفارمیشن ٹیکنالوجی (BUIT)، کوئٹہ

مولانا محمد ہاشم کاکڑ پانیزئی (ایم اے۔ اسلامیات/ عربی)

ایڈیٹر ــــــ پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر

ذیشان ہاشمی (ایم اے۔ اسلامیات)

انٹرنل ریویو کمیٹی:

- ڈاکٹر امام الدین
- خالد محمود
- زبیدہ جبیں
- رضوانہ غنی
- پروفیسر عبدالباری رئیسانی

پراونشل ریویو کمیٹی:

- ڈاکٹر عبدالعلی
- سید مجید شاہ
- نعمان الحق صدیقی
- پروفیسر نذر محمد
- مسز رضیہ ابراہیم
- مس شائستہ خیر محمد
- عبدالخالق بغلانی

لے آؤٹ ــــــ امجد قادری

تیار کردہ: نیو کالج پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) کوئٹہ

پرنٹر: ــــــ نیو کالج پبلی کیشنز (رجسٹرڈ) کوئٹہ

نگران طباعت: عبیداللہ مینگل (ماہر مضمون)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
باب اوّل ...... القرآن الکریم	
منتخب قرآنی آیات (۱۱ تا ۲۰) (ترجمہ وتشریح)	5
باب دوئم ...... الحدیث	
احادیث (۱۱ تا ۲۵)	17
باب سوئم ...... موضوعاتی مطالعہ	
(الف) ایمانیات اور عبادات	
۱۔ عبادات کا معنی ومفہوم، اہمیت وافادیت	29
۲۔ جہاد: تعارف، اقسام اور اہمیت	33
(ب) سیرتِ طیبہ/ اسوۂ حسنہ	
۱۔ خصائل وشمائل نبوی ﷺ	39
۲۔ مناقب اہل بیت اور صحابہ کرامؓ اور	44
عشرہ مبشرہ کرامؓ کا اجمالی تعارف	51
(ج) اخلاق وآداب	
۱۔ احترامِ انسانیت	56
۲۔ سلام کے آداب	60
۳۔ عفت وحیاء	64
باب چہارم...... ہدایت کے سرچشمے/ مشاہیر اسلام	
۱۔ جابر بن حیان	67
۲۔ موسیٰ بن نصیر	70

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

باب اوّل

القرآن الکریم ۔ منتخب قرآنی آیات

(ترجمہ وتشریح)

آیت نمبر......١١: (سورۃ النساء۔٤: ١٠)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	یَاْکُلُوْنَ	اَمْوَالَ	الْیَتٰمٰی	ظُلْمًا	اِنَّمَا	یَاْکُلُوْنَ	فِیْ	بُطُوْنِهِمْ
بیشک	جو لوگ	کھاتے ہیں	مال	یتیموں	ظلم سے	اس کے سوا کچھ نہیں	وہ بھر رہے ہیں	میں	اپنے پیٹ

بے شک جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، اور کچھ نہیں بس وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے

نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿١٠﴾

نَارًا	وَسَیَصْلَوْنَ	سَعِیْرًا
آگ	اور عنقریب داخل ہوں گے	آگ (دوزخ)

ہیں، اور عنقریب دوزخ میں داخل ہوں گے۔

تشریح:...... آیتِ مبارکہ میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جا رہا ہے جو یتیموں کے مال پر نظر رکھتے ہیں اور موقع ملتے ہی اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ یتیموں کے والی اور سرپرست بھی ہو سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی۔ انھیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یتیموں کے مال کو ہڑپ کر جانا جہنم کی آگ کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے مترادف ہے۔ ایسے لوگ اللہ کے نگاہ میں انتہائی گنہگار اور بددیانت ہیں اور سزا کے طور پر انھیں دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔

آیت نمبر......١٢: (سورۃ النساء۔٤: ٣٦)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی

وَاعْبُدُوا	اللّٰہَ	وَلَا تُشْرِکُوْا	بِهٖ	شَیْئًا	وَ	بِالْوَالِدَیْنِ	اِحْسَانًا	وَ	بِذِی الْقُرْبٰی
اور تم عبادت کرو	اللہ	اور نہ شریک کرو	اس کے ساتھ	کچھ، کسی کو	اور	ماں باپ سے	اچھا سلوک	اور	قرابت داروں سے

اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو کسی کو، اور اچھا سلوک کرو ماں باپ سے، اور قرابت داروں سے،

وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

وَالْيَتٰمٰى	وَ	الْمَسٰكِيْنِ	وَالْجَارِ	ذِی الْقُرْبٰى	وَالْجَارِ	الْجُنُبِ	وَ الصَّاحِبِ + بِالْجَنْۢبِ
اور یتیم (جمع)	اور	محتاج (جمع)	اور ہمسایہ	قرابت والے	اور ہمسایہ	اجنبی	اور پاس بیٹھنے والے (ہم مجلس)

اور یتیموں اور محتاجوں سے، اور قرابت والے ہمسایہ سے، اور اجنبی ہمسایہ سے اور پاس بیٹھنے والے (ہم مجلس) سے،

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۶

وَ	ابْنِ السَّبِيْلِ	وَمَا	مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	اِنَّ اللّٰهَ	لَا يُحِبُّ	مَنْ	كَانَ	مُخْتَالًا	فَخُوْرًا
اور	مسافر	اور جو	تمہاری ملک (کنیز، غلام)	بیشک اللہ	دوست نہیں رکھتا	جو	ہو	اترانے والا	بڑ مارنے والا

اور مسافر سے، اور جو تمہاری ملک ہوں (کنیز، غلام)، بے شک اللہ اسے دوست نہیں رکھتا جو اترانے والا، بڑ مارنے والا ہو،

تشریح :.......آیتِ مبارکہ میں اللہ کے بندوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ایک خدا پر سچے اور پکے دل سے ایمان لائیں۔ اسے وحدہٗ لاشریک سمجھیں۔ اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد کی بات کی گئی ہے اور حقوق العباد میں سب سے اہم حقوق والدین کے ہوتے ہیں لہٰذا کہا گیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک و برتاؤ کرو۔ انھیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ ان کا ادب و احترام کرو۔ پھر رشتے داروں، یتیموں اور مسکینوں کے متعلق کہا گیا کہ ان کے حقوق کا خیال رکھو۔ جتنا ممکن ہو سکے ان کی مدد کرو۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیونکہ مجبور اور بے سہارا لوگوں کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ چاہے وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں ان کے ساتھ بہ حیثیت پڑوسی کے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ ان کی مدد کی جائے۔ غم و خوشی میں شریک ہو جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے انھیں اذیت اور تکلیف پہنچے۔

پہلو کے ساتھی سے مراد رفیقِ سفر، شریکِ حیات (بیوی) اور وہ شخص ہے جو فائدے کی امید پر کسی کی قربت کو اختیار کرتا ہے۔ ان کے متعلق بھی یہی حکم ہے کہ ان کا خیال رکھا جائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک برتا جائے۔

لونڈی اور غلاموں (جو قبضے میں ہوں) کی طرح گھر، دکان، کارخانوں اور دفتروں کے ملازم اور نوکر چاکر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے۔ آیت کے آخری حصے میں تکبر اور غرور کی خاص مذمت کی گئی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن جن لوگوں سے حسنِ سلوک کی تاکید کی گئی ہے اس پر عمل وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دل کبر سے خالی ہوگا۔ متکبر اور مغرور شخص صحیح معنوں میں نہ تو حقوق اللہ کی ادائیگی کر سکتا ہے اور نہ ہی بندوں کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ فخر و غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے بلکہ ایک حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

”وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک ذرّے کے برابر بھی غرور ہوگا“۔

پس ہمیں چاہیے کہ غرور و تکبر سے بچتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی احسن طریقے سے کرتے چلے جائیں۔

آیت نمبر......۱۳: (سورۃ المائدہ۔۵:۳۲)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ

مِنْ	اَجْلِ	ذٰلِكَ	كَتَبْنَا	عَلٰى	بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اَنَّهٗ	مَنْ قَتَلَ	نَفْسًا	بِغَيْرِ نَفْسٍ	اَوْ فَسَادٍ
سے	وجہ	اس	ہم نے لکھ دیا	پر	بنی اسرائیل	کہ جو جس	کوئی قتل کرے	کوئی جان	کسی جان کے بغیر	یا فساد کرنا

اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا ملک میں فساد کرنے کے

فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ

فِى الْاَرْضِ	فَكَاَنَّمَا	قَتَلَ	النَّاسَ	جَمِيْعًا	وَمَنْ	اَحْيَاهَا	فَكَاَنَّمَا	اَحْيَا	النَّاسَ	جَمِيْعًا	وَ
زمین (ملک) میں	تو گویا	اس نے قتل کیا	لوگ	تمام	اور جو جس	اسکو زندہ رکھا	تو گویا	اس نے زندہ رکھا	لوگ	تمام	اور

کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے قتل کیا تمام لوگوں کو، اور جس نے (کسی ایک کو) زندہ رکھا (بچایا) تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ رکھا (بچا لیا) اور ان کے

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

لَقَدْ جَآءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	بِالْبَيِّنٰتِ	ثُمَّ	اِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	بَعْدَ ذٰلِكَ	فِى الْاَرْضِ	لَمُسْرِفُوْنَ
ان کے پاس آ چکے	ہمارے رسول	روشن دلائل کے ساتھ	پھر	بیشک	اکثر	ان میں سے	اس کے بعد	زمین (ملک) میں	حد سے بڑھنے والے

ان کے پاس آ چکے ہمارے رسول روشن دلائل کے ساتھ، پھر اس کے بعد ان میں سے اکثر ملک میں حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔

تعارف:......مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ قرآنِ مجید کی پانچویں سورت سورۃ المائدہ کی ۳۲ ویں آیت ہے۔ سورۃ المائدہ مدنی سورت ہے۔ اس میں ۱۲۰ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں۔

تشریح:......اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی حرمت کو بیان فرمایا ہے کہ کسی انسان کا قتلِ ناحق پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی قدر و قیمت کو واضح کرنے کے لیے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل فرمایا کہ وہ ناحق کسی کو قتل نہ کریں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور تکریم ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ لینا بے حد ضروری ہے کہ یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے نہیں تھا۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی یہ اصول ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس بات کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نوعِ انسانی کی زندگی کی بقاء اس بات پر انحصار کرتی ہے کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسان کی جان کا احترام موجود ہو اور ہر کوئی ایک دوسرے کی زندگی کی بقاء اور تحفظ کے لیے مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اپنے اس عمل سے یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام اور ہمدردی سے خالی ہے لہٰذا وہ پوری کی پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ اس کے برعکس جو شخص انسان کی زندگی کے قائم رہنے میں مددگار بنتا ہے وہ درحقیقت انسانیت کا حامی ہے کیونکہ اس میں وہ صفت پائی جاتی ہے جس پر انسانیت کی بقاء کا انحصار ہے۔

آیت نمبر......۱۴: (سورۃ المائدہ۔۵:۳۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيۡنَ يُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَ يَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا

اِنَّمَا	جَزٰٓؤُا	الَّذِيۡنَ	يُحَارِبُوۡنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوۡلَهٗ	وَ	يَسۡعَوۡنَ	فِى الۡاَرۡضِ	فَسَادًا
یہی	سزا	جو لوگ	جنگ کرتے ہیں	اللہ	اور اس کا رسولؐ	اور	سعی کرتے ہیں	زمین (ملک) میں	فساد کرنے

یہی سزا ہے (اُن کی) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور سعی کرتے ہیں ملک میں فساد بپا کرنے

اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا

اَنۡ يُّقَتَّلُوۡا	اَوۡ	يُصَلَّبُوۡا	اَوۡ	تُقَطَّعَ	اَيۡدِيۡهِمۡ	وَاَرۡجُلُهُمۡ	مِّنۡ	خِلَافٍ	اَوۡ يُنۡفَوۡا
کہ وہ قتل کیے جائیں	یا	وہ سولی دیئے جائیں	یا	کاٹے جائیں	ان کے ہاتھ	اور ان کے پاؤں	سے	ایک دوسرے کے مخالف سے	یا ملک بدر کر دیئے جائیں

کی کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے جائیں مخالف جانب سے (ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا

مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰ لِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۳۳﴾

مِنَ الۡاَرۡضِ	ذٰ لِكَ	لَهُمۡ	خِزۡىٌ	فِى الدُّنۡيَا	وَلَهُمۡ	فِى الۡاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيۡمٌ
ملک سے	یہ	ان کے لئے	رسوائی	دنیا میں	اور ان کے لئے	آخرت میں	عذاب	بڑا

پاؤں)، یا ملک بدر کر دیئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تشریح :......آیتِ مبارکہ میں ''زمین'' سے مراد وہ جگہ (ملک' ریاست' علاقہ) ہے جہاں اسلامی حکومت قائم ہو اور جس میں امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہو۔ خدا اور اس کے رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلامی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دنیا میں اس لیے بھیجا کہ وہ ایک ایسا صالح نظام قائم فرمائے جو پوری انسانیت کے لیے نافع ہو جو ملک میں امن و امان کو قائم کرے۔ ایسا نظام ترتیب دے کہ جس سے ہر شخص کو اس کا پورا پورا حق ملے۔ اگر اس نظام کو کوئی بگاڑے چاہے وہ ایک انسان ہو یا کوئی گروہ اور جماعت تو اس کے متعلق احکامات دیئے گئے ہیں کہ ایسے افراد کو قتل کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ یا انھیں دوسرے لوگوں کے لیے عبرت بنانے کی غرض سے سرِ عام پھانسیاں دی جائیں۔ یا ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں۔ ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں۔ اگر دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے وہاں بایاں پاؤں بھی کاٹا جائے گا یعنی داہنے ہاتھ کے ساتھ بایاں پاؤں بھی کاٹ دیا جائے تا کہ ایسے لوگ معاشرے میں نشانِ عبرت بن کر رہیں یا پھر انھیں اس سرزمین سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکال دیا جائے۔ ان سزاؤں کا مقصد صرف یہی ہے کہ ایک صالح معاشرے کو بگڑنے سے بچایا جاسکے۔

آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی وضاحت فرماتے ہیں کہ یہ سزائیں تو انھیں دنیا ہی میں ملیں گی مگر ان کا گناہ اتنا بڑا اور سنگین ہے کہ انھیں اس کا جواب روزِ قیامت میں بھی خدا کو دینا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے ایسے مفسد انسانوں کے لیے آخرت میں بھی بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ مفسدین اس عذاب سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔

آیت نمبر......۱۵: (سورۃ المائدہ۔۵:۳۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾

إِلَّا	الَّذِيْنَ تَابُوْا	مِنْ قَبْلِ	اَنْ	تَقْدِرُوْا	عَلَيْهِمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
مگر	وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی	اس سے پہلے	کہ	تم قابو پاؤ	اُن پر	تو جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	مہربان

مگر وہ لوگ جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کر لی کہ تم قابو پاؤ اُن پر، تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اس پس منظر میں بیان فرمارہے ہیں کہ وہ لوگ جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اس نظامِ صالح کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں جسے اللہ کے رسول نے اللہ کی مرضی سے قائم فرمایا ہے۔ وہ اگر گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلیں اور اس بات کی یقین دہانی کرائیں کہ وہ آئندہ ایسا کام ہرگز نہ کریں گے اور اسلامی حکومت کی اطاعت کا اعلان کردیں تو پھر چاہیے کہ انھیں معاف کر دیا جائے اور مذکورہ سزائیں نہ دی جائیں۔

آیت کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معاف کرنے والی اور رحم کرنے والی صفات کا خصوصی ذکر اس لیے فرمایا ہے کہ اسلامی حکومت کے کارندے اور کرتا دھرتا انھی صفات کو اختیار کرتے ہوئے سچے دل سے توبہ کرنے والوں کو معاف کردیں اور ان پر دست درازی نہ کریں کیونکہ ان کا ربّ سب سے زیادہ طاقتور اور بااختیار ہونے کے باوجود بھی لوگوں کو ان کی غلطیوں پر معاف کرتا ہے اور انھیں سدھرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ تو انھیں بھی چاہیے کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔

آیت نمبر......۱۶: (سورۃ التوبہ۔۹:۲۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ

قُلْ	اِنْ	كَانَ	اٰبَآؤُكُمْ	وَاَبْنَآؤُكُمْ	وَاِخْوَانُكُمْ	وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ	وَاَمْوَالُ
کہدیں	اگر	ہوں	تمہارے باپ دادا	اور تمہارے بیٹے	اور تمہارے بھائی	اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے	اور مال (جمع)

اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے کنبے، اور مال جو تم نے کمائے،

اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اِقْتَرَفْتُمُوْهَا	وَتِجَارَةٌ	تَخْشَوْنَ	كَسَادَهَا	وَمَسٰكِنُ	تَرْضَوْنَهَآ	اَحَبَّ	اِلَيْكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ
جو تم نے کمائے	اور تجارت	تم ڈرتے ہو	اس کا نقصان	اور حویلیاں	جو تم پسند کرتے ہو	زیادہ پیاری	تمہارے لئے (تمہیں)	اللہ سے	اور اس کا رسولؐ

اور تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو، اور حویلیاں جن کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور

وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

وَجِهَادٍ	فِيْ سَبِيْلِهٖ	فَتَرَبَّصُوْا	حَتّٰى	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ
اور جہاد	اس کی راہ میں	انتظار کرو	یہانتک کہ	آجائے	اللہ	اس کا حکم	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	نافرمان

اسکی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تعارف :......مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ قرآن مجید کی نویں سورت سورۃ التوبہ کی ۲۴ ویں آیت ہے۔سورۃ التوبہ مدنی سورت ہے۔اس میں ۱۲۹ آیات اور ۱۶ رکوعات ہیں۔

تشریح :......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باپ، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں اور عزیز واقارب سے محبت ایک فطری جذبہ ہے۔انسان دن رات کی تگ و دو اور محنت سے جو کچھ کماتا ہے وہ سب کچھ اسے بہت عزیز ہوتا ہے۔دنیا کا ہر انسان اپنے پیشے اور کام جس سے اس کی روزی وابستہ ہوتی ہے اس سے محبت کرتا ہے۔اپنے اور اپنے بچوں کے لیے گھر بناتا ہے جو اس کے لیے جنت کی طرح ہوتا ہے۔ جسے وہ بہت عزیز رکھتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ بے حد ضروری ہیں اور ان سے محبت بھی فطری اور طبعی ہے جو بری بات ہرگز نہیں ہے۔ہاں اگر ان رشتوں اور چیزوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ ہو جائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں مانع ہو جائے تو پھر یہ بات اللہ کو سخت ناپسند ہے۔احادیث میں نبی ﷺ نے بھی اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا ہے مثلاً ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا ''یا رسول اللہ مجھے آپ اپنے نفس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں''۔آپ ﷺ نے فرمایا ''جب تک میں مومن کو اس کے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک وہ مومن نہیں''۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا ''خدا کی قسم اب آپ ﷺ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں''۔آپ ﷺ نے فرمایا ''اے عمر اب تم مومن ہو''۔

رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَهْرٍ وَ قِیَامِهِ۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

اسی طرح جہاد کی اہمیت کو آپ ﷺ نے ان لفظوں میں ارشاد فرمایا ''(اللہ کے راستے میں) ایک دن اور ایک رات پہرہ دینا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادات سے بہتر عبادت ہے''۔

پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے بڑھ کر کسی رشتے اور کسی اور چیز سے محبت نہیں کرنی ہے۔یہی ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ہمہ تن تیار رہنا ہے۔

آیت نمبر......۱۷: (سورۃ التوبہ۔۹:۳۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

هُوَ	الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ	بِالْهُدٰى	وَ	دِيْنِ الْحَقِّ	لِيُظْهِرَهٗ	عَلَى	الدِّيْنِ	كُلِّهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُشْرِكُوْنَ
وہ	وہ جس نے	بھیجا	اپنا رسول	ہدایت کے ساتھ	اور	دینِ حق	تاکہ اسے غلبہ دے	پر	دین	تمام بھر	خواہ	پسند نہ کریں	مشرک (جمع)

وہ جس نے اپنا رسول ﷺ بھیجا ہدایت کے ساتھ اور دینِ حق کے ساتھ، تاکہ اسے تمام دینوں پر غلبہ دے، خواہ مشرک پسند نہ کریں۔

تشریح :...... اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقصد کو بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جس ہدایت اور دینِ برحق کو اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ حقیقی اور سچا دین ہے اور آپ ﷺ نے اس دین کو دنیا میں موجود تمام مذاہب پر غالب کرنا ہے اور چونکہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین برحق ہے تو وہ خود بخود دنیا کے ہر مذہب پر چھا جائے گا۔ اسے نہ ماننے والے اپنی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی روک نہ پائیں گے کیونکہ حق آ کر رہتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے کیونکہ باطل ہوتا ہی مٹنے کے لیے ہے۔

آیت نمبر......۱۸: (سورۃ الحج۔۲۲:۳۹)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾

أُذِنَ	لِلَّذِينَ	يُقَاتَلُونَ	بِأَنَّهُمْ	ظُلِمُوا	وَإِنَّ	اللَّهَ	عَلَىٰ نَصْرِهِمْ	لَقَدِيرٌ
اذن دیا گیا	ان لوگوں کو	جن سے لڑتے ہیں	کیونکہ وہ	ان پر ظلم کیا گیا	اور بیشک	اللہ	ان کی مدد پر	ضرور قدرت رکھتا ہے

ان لوگوں کو اذن (جہاد) دیا گیا کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، اور بیشک اللہ ان کی مدد پر ضرور قدرت رکھتا ہے۔

تعارف :...... مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ قرآنِ مجید کی ۲۲ ویں سورت سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۹ ہے۔ سورۃ الحج مدنی سورت ہے۔ اس میں ۷۸ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں۔

تشریح :...... مفسرین کے مطابق یہ وہ آیت ہے جس میں سب سے پہلے اہلِ ایمان کو جہاد کی اجازت دی گئی۔ آیتِ مبارکہ میں اس بات کی بھی وضاحت موجود ہے کہ یہ اجازت مظلومیت کے خاتمے کے لیے دی گئی تھی کیونکہ یہ سچ ہے کہ اگر مظلوموں کی مدد اور ان کی داد رسی نہ کی جائے تو پھر دنیا میں زور آور کمزوروں کو اور باوسائل بے وسیلہ لوگوں کو جینے ہی نہ دیں۔ جس سے زمین فساد سے بھر جائے۔ تاریخِ اسلام کے مطالعہ سے یہ بات اچھے طریقے سے واضح ہو جاتی ہے کہ جب مشرکین اور کفار اور ان کے ساتھی (یہود ونصاریٰ) نے مل کر ظلم اور زیادتی کی انتہا کر دی اور مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد بھی تنگ کرنا نہ چھوڑا تب اللہ نے آنحضرت ﷺ کو ان ظالموں کے خلاف لڑنے کی اجازت دے دی۔ تاکہ اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھینک دیا جائے۔

ساتھ ہی ساتھ آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ڈھارس بھی بندھائی ہے کہ بے شک تم تعداد میں تھوڑے ہو جبکہ تمہارے مقابلے میں کفار مشرکین اور ان کے ساتھی کئی گنا زیادہ ہیں مگر تم پریشان ہرگز مت ہونا تمہارا اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ اس بات پر اختیار رکھتا ہے کہ کم تعداد والوں کو زیادہ تعداد والوں پر غالب کر دے۔ اور تمہارا دشمن صرف تمہارا دشمن ہی نہیں ہے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ اپنے مخالفوں سے نمٹنا خوب جانتا ہے۔ پس جن کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے وہ کسی میدان میں پیچھے نہیں ہٹتے۔

آیت نمبر......۱۹: (سورۃ الحج۔۲۲:۴۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

اِلَّذِيْنَ	اُخْرِجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	بِغَيْرِ حَقٍّ	اِلَّآ	اَنْ	يَّقُوْلُوْا	رَبُّنَا اللّٰهُ	وَلَوْ	لَادَفْعُ	اللّٰهِ	النَّاسَ
جو لوگ	نکالے گئے	سے	اپنے گھر (جمع) شہروں	نا حق	مگر (صرف)	یہ کہ	وہ کہتے ہیں	ہمارا رب اللہ	اور اگر	دفع نہ کرتا	اللہ	لوگ

لوگ نکالے گئے اپنے شہروں سے ناحق، صرف (اس بنا پر) کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ دفع نہ کرتا لوگوں کو

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا

بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لَّهُدِّمَتْ	صَوَامِعُ	وَ بِيَعٌ	وَّ صَلَوٰتٌ	وَّ مَسٰجِدُ	يُذْكَرُ	فِيْهَا
ان کے بعض (ایک کو)	بعض سے (دوسرے)	توڑھا دیے جاتے	صومعے	اور گرجے	اور عبادت خانے	اور مسجدیں	ذکر کیا جاتا (لیا جاتا ہے)	ان میں

ایک کو دوسرے سے، تو صومعے (راہبوں کے خلوت خانے)، اور (نصاریٰ کے) گرجے اور (یہود کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں ڈھا دی جاتیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا

اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾

اسْمُ اللّٰهِ	كَثِيْرًا	وَلَيَنْصُرَنَّ	اللّٰهُ	مَنْ	يَّنْصُرُهٗ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ
اللہ کا نام	بہت، بکثرت	اور البتہ ضرور مدد کرے گا	اللہ	جو	اس کی مدد کرتا ہے	بیشک	اللہ	طاقت والا (توانا)	غالب

ہے، اور البتہ اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، جو اس کی مدد کرتا ہے، بیشک اللہ توانا، غالب ہے۔

تشریح:......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کا ذکر کررہے ہیں جنھیں کفارِ مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا اور ظلم و ستم کی یہ انتہا کردی کہ وہ بیچارے ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ان ظالموں کے ہاتھوں انھیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اپنے گھربار اور کام دھندوں سے ہاتھ دھونے پڑے صرف اس لیے کہ وہ ایک خدائے واحد پر ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے شرک اور بت پرستی کو ترک کردیا تھا۔ اب وہ جاہلوں کے راستے پر چلنا نہیں چاہتے تھے۔ اس بات کی انھیں یہ سزا دی گئی کہ انھیں بے وطن کردیا گیا۔

آگے مزید فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ذریعے ہی سے ہٹاتا اور دفع کرتا ہے۔ ورنہ اگر کسی گروہ، جماعت یا قوم قبیلے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار اور اختیار مل جائے تو وہ طاقت اور اختیار کے نشے میں دوسرے انسانوں کا جینا ہی دوبھر کردے، سارے نظام پلٹ کر رکھ دے، ہر کسی سے بے خوف ہو جائے اور طاقت کے نشے میں اس حد تک بڑھ جائے کہ عبادت گاہیں بھی اس کے شر سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں بھی بیان فرمایا ہے۔

"اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا رہتا تو زمین میں فساد مچ جاتا۔ مگر اللہ دنیا والوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے"۔ (سورۃ البقرۃ۔۲۵)

اللہ نے اپنے ایسے مددگاروں کے لیے بڑی کامیابیاں رکھی ہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے۔

آیت نمبر......۲۰: (سورۃ الحج ـ ۲۲:۴۱)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ

اَلَّذِیۡنَ	اِنۡ	مَّکَّنّٰھُمۡ	فِی الۡاَرۡضِ	اَقَامُوا	الصَّلٰوۃَ	وَ	اٰتَوُا	الزَّکٰوۃَ	وَ اَمَرُوۡا	بِالۡمَعۡرُوۡفِ
وہ لوگ جو	اگر	ہم دسترس دیں انہیں	زمین (ملک) میں	وہ قائم کریں	نماز	اور	ادا کریں	زکوٰۃ	اور حکم دیں	نیک کاموں کا

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں ملک میں دسترس (اختیار) دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برائی سے

وَنَھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾

وَ نَھَوۡا	عَنِ الۡمُنۡکَرِ	وَ لِلّٰہِ	عَاقِبَۃُ	الۡاُمُوۡرِ
اور وہ روکیں	برائی سے	اور اللہ کیلئے	انجام کار	تمام کام

روکیں، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے لئے ہے۔

تشریح :......آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مددگاروں کے متعلق فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں میں یہ صفات اور خصوصیات ہوتی ہیں کہ اگر دنیا میں انھیں حکومت اور اقتدار بخشا جائے تو ان کا ذاتی کردار فسق و فجور اور کبر و غرور کے بجائے نمازوں کا قائم کرنا ہوتا ہے۔ ان کی دولت عیاشیوں اور نفس پرستی کے بجائے زکوٰۃ ادا کرنے میں خرچ ہوتی ہے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ غریبوں پر اپنا مال خرچ کریں۔ ان کا نفس لالچ اور طمع سے خالی ہوتا ہے۔ وہ دولت کو سمیٹنے اور جمع کرنے کے بجائے کھلے دل سے اللہ کے راستے پر خرچ کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ ایسے متقی اور نیک لوگ ہوتے ہیں کہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ ان کی حکومت نیکی کے فروغ کے لیے کوشاں رہتی ہے اور وہ نہ صرف خود برائیوں سے بچتے ہیں بلکہ اپنی قوت اور اختیار استعمال کرتے ہوئے برائیوں کا خاتمہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ہر طرح سے لوگوں کو برائیوں سے محفوظ رہنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

آیت کے آخری حصے میں اس بات کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کائنات میں ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ہے یعنی وہ جسے چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر تحریر کریں۔

i) قرآنی تعلیمات کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑنے والوں اور زمین میں فساد برپا کرنے والوں کے متعلق کیا احکامات دیئے گئے ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

ii) ایک انسان کے قتلِ ناحق کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا گیا ہے۔ کیوں؟

(iii ایک سچے مومن کو سب سے زیادہ محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے۔ اس بات کی وضاحت سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۲۴ سے کریں۔

(iv انسانوں کا باہمی مدافعت کا تصور سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۰ سے پیش کریں۔

(v اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۱ میں اسلامی حکومت کے کیا کیا مقاصد اور اہداف بیان کیے ہیں۔ اپنے لفظوں میں وضاحت کریں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i اور تم سب اللہ کی .... کرو اور اس کے ساتھ کسی کو .... نہ ٹھہراؤ۔

(ii وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں .... کے ایک دانے کے برابر بھی .... ہوگا۔

(iii اللہ نافرمان لوگوں کو .... نہیں دیتا۔

(iv تمام کاموں کا انجام .... ہی کے لئے ہے۔

(v جان لو کہ اللہ .... والا مہربان ہے۔

3۔ درست اور غلط جملوں کی نشاندہی کریں۔

(i حقوق العباد میں سب سے بڑا حق ہمسایوں کا ہے۔ ☐

(ii دینِ اسلام غرور و تکبر کی مذمت کرتا ہے۔ ☐

(iii دینِ اسلام میں انسانی جان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ☐

(iv جس انسان کا دل حیاتِ انسان کے احترام سے خالی ہے وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے۔ ☐

(v سچے دل سے توبہ کرنے والوں کو بھی معاف نہیں کرنا چاہیے۔ ☐

(vi ”ایک دن اور ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک سال کے روزے اور نوافل عبادات سے بہتر عبادت ہے“۔ ☐

(vii آنحضرت ﷺ اس دنیا میں اس لیے تشریف لائے تھے کہ وہ دینِ اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دیں۔ ☐

4۔ ذیل میں دیئے گئے جملے کس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

(i ایسے لوگ اپنے پیٹ جہنم کی آگ سے بھر رہے ہیں۔

(ii یہ انسانوں کو توحید کی طرف بلاتے ہیں اور دین حق کو قائم کرنے اور شر کی جگہ خیر کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

(iii اقامتِ صلوٰۃ وزکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام۔

(iv یہ اللہ کی چہیتی قوم تھی۔

(v انھیں قتل کر دیا جائے، سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔

5۔ ذیل میں پوچھے گئے سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

(i ”جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے گویا پوری انسانیت کو بچالیا“ اس ارشادِ پاک کی وضاحت کیجیے۔

(ii امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وضاحت کیجیے۔

(iii اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے خلاف جنگ کی اجازت کیوں دی تھی؟

(iv حق آکر رہتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔ وضاحت کریں۔

(v عشق رسول ﷺ کیوں ضروری ہے؟

باب دوم

الحدیث

احادیث

حدیث (۱۱): ”اَکْمَلُ المؤمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا“ (سنن ابوداؤد۔حدیث ۴۶۸۲)

ترجمہ:۔ ”تم میں مکمل ایمان والے وہ اشخاص ہیں جن کے اخلاق دوسروں سے اچھے ہوں“

تشریح:۔ انسان کی شخصیت کی اصل تصویر ایک آئینہ بھی اتنی صاف پیش نہیں کرتا جتنا اس کا اخلاق۔ جب ایک انسان دوسرے سے معاملات کے دوران حُسنِ خُلق سے پیش آتا ہے تو اس کی شخصیت کا ظاہر اور باطن کُھل کر سامنے آجاتا ہے۔ حُسن خلق ہی ایک ایسا عمل ہے جس سے آپس کی نفرتوں کو نہ صرف محبتوں میں بدلا جا سکتا ہے بلکہ دشمنوں کے دل میں بھی گھر کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ”برائی کو بھلائی سے دفع کرو پھر وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست“۔ حضور اکرم ﷺ نے دعوتِ حق کے دوران عام طور پر تمام عمر اور مکی زندگی میں خاص طور پر صرف حُسنِ خلق ہی کے ہتھیار سے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو زیر کیا۔ ویسے تو حُسنِ خُلق کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کو اپنانا چاہئے۔ مگر مسلمانوں کے لئے تو حضور اکرم ﷺ نے حسنِ خلق کو ایمان کی تکمیل کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”قیامت کے دن میزان میں حسنِ خلق سے وزنی کوئی عمل نہ ہوگا“۔ حسنِ اخلاق دراصل روزمرہ زندگی میں اللہ، اس کے رسول ﷺ اپنے نفس اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ایک مسلمان کے طرزِ عمل اور رویے کا نام ہے۔ اگر یہ طرزِ عمل اور رویہ اچھا ہے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے تو اسے حسنِ اخلاق کہا جائیگا اور اگر یہ طرزِ عمل اور رویہ اچھا نہیں تو اس کو بُرا اخلاق کہا جائیگا۔

حدیث (۱۲): اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ. قَالَ ﷺ اَنْفَعُ النَّاسِ لِلنَّاسِ. (الطبرانی۔۱۳۴۶۸)

ترجمہ:۔ ”بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کیلئے زیادہ نفع بخش ہو“

تشریح:۔ اس حدیث کی روایت بالمعنی کے طور پر یہ الفاظ مشہور ہیں کہ:

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسَ

ترجمہ:۔ ”لوگوں میں بہترین وہ ہیں جو دوسرے لوگوں کو نفع پہنچائیں“

اس حدیث میں محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ نے تمام انسانوں کیساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انسانوں میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ انسانوں میں مسلمان اور کافر ومشرک سب شامل ہیں اور نفع میں بھی ہر طرح کا جائز فائدہ شامل ہے۔ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کا درس دیتا ہے۔ ہر طرح کی

اونچ نیچ کو ختم کر کے ایک انسانی برادری قائم کرنا چاہتا ہے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی عام ہے اور آپ کا مدعا یہ ہے کہ تمام انسانوں کی خیرخواہی اور خدمت کی جائے اور انہیں نفع پہنچایا جائے۔ اس کے برعکس انسانوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ انہیں تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ ان کی جان و مال و آبرو پر ہاتھ نہ ڈالا جائے۔ ایک مسلمان کی نظر میں لوگوں کے لئے سب سے بڑی بھلائی اور نفع والی چیز یہ ہے کہ وہ بھی ہدایت کے راستے پر ہوں۔ اسی لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ تبلیغ کے ذریعے دوسروں کو بھی دین کی دعوت دیتا رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے۔ سب انسانوں کو نیکی کی ترغیب دلاتا رہے اور انہیں برائی سے منع کرتا رہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا " (لوگوں سے اچھی بات کہو۔ سورۃ البقرۃ)۔ یعنی تمام لوگوں سے چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر ایسی بات کہو جو اچھی ہو، سچی ہو، حق ہو، مفید ہو اور پھر بات کرنے کا انداز اور طریقہ بھی اچھا ہو اور ظاہر ہے کہ اچھی بات فائدہ پہنچاتی ہے۔ جس طرح آدمی اپنی زبان اور عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے اسی طرح مال سے بھی پہنچا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ مسکین، یتیم، قیدی، غلام، بیوہ، پڑوسی کی مدد کرے اور اس میں مسلمان یا کافر کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

اسلام میں حقوق کی دو قسمیں ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمی بیشی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چاہے تو معاف کر دے گا لیکن بندوں کے حقوق معاف نہیں کریگا۔ حقوق العباد میں کافر اور مسلمان سب کے حقوق شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام میں حقوق العباد کو عبادات سے کم اہمیت نہیں دی گئی۔

حدیث (۱۳): "لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا" (سنن ترمذی۔ حدیث ۱۹۱۹)

ترجمہ:۔ "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت و تکریم نہ کرے"

تشریح:۔ اس حدیثِ مبارکہ میں رسول اکرم ﷺ نے دو باتوں کی تعلیم دی ہے۔

۱۔ بچوں پر رحم کرنا ۲۔ بڑوں کا احترام کرنا

۱۔ بچوں پر رحم کرنا

بچے جسم اور عقل دونوں میں ناپختہ ہوتے ہیں اور نشو و نما پانے کے مرحلے میں ہوتے ہیں، انہیں بڑوں کے پیار، شفقت اور رحم کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑے ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں تو ان کی جسمانی و ذہنی تربیت بہتر طور پر ہو سکے گی اور وہ کل کو مثبت سوچ رکھنے والے اور جسمانی طور پر تندرست و توانا انسان بن سکیں گے اگر وہ بچوں کے ساتھ بے رحمی سے پیش آئیں گے تو وہ ردِ عمل میں گستاخ اور سرکش بنیں گے۔ یا ان کی شخصیت بالکل دب کے رہ جائے گی۔ بے رحمانہ سلوک انہیں جسمانی اور ذہنی طور پر بیمار بنا دے گا وہ اچھے انسان نہیں بن سکیں گے اور اس طرح نسل انسانی کی بقاء ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔ بچے سیکھنے کے عمل سے گزر رہے ہوتے ہیں ان سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ جن کی اصلاح مشفقانہ طریقے سے کرنی چاہئے۔

۲۔ بڑوں کا احترام کرنا

اپنے سے بڑوں کا ادب و احترام کرنا چاہئے' وہ عمر' تجربے اور دانائی میں بڑے ہوتے ہیں۔ ان سے بہت کچھ سیکھا اور لیا جاتا ہے۔ ہر نسلِ انسانی اپنی آئندہ نسل کے لئے ماں باپ اور استاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ قربانیاں دے کر اس کی جسمانی و ذہنی پرورش اور تربیت کرتی ہے' اس لئے اپنے سے عمر میں بڑوں کا احترام لازم ہے۔

رسول کریم ﷺ کی تنبیہ

رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جو ہمارے (یعنی اُمّت کے) چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا اور ہمارے (یعنی امت کے) بڑوں کا احترام نہیں کرے گا' وہ ہم میں سے نہیں (یعنی امت مسلمہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں) حضور ﷺ نے ان دو باتوں کی تعلیم کے لئے اتنے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اس سے ان دو باتوں کی ضرورت و اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حدیث (۱۴): "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ" (سنن ابوداؤد۔ حدیث ۳۵۸۰)

ترجمہ:۔ "رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے"

تشریح:۔ اس روایت میں ایسی خطرناک ناسور کی طرف نشاندہی کر کے اُمتِ مسلمہ کو اس سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے جو کسی کو لگ جائے تو وہ معاشرہ اور افراد یا ادارے وبالِ جان بن جاتے ہیں۔ عدل و انصاف کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے' مستحق کے بجائے اس کا حق کوئی غیر حقدار غصب کرتا ہے۔ صلہ رحمی' رحمدلی' ہمدردی اور ایثار کے جذبات دلوں سے نکل جاتے ہیں۔ حرص' لالچ' مفاد پرستی' خودغرضی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ جس کے باعث باہمی رنجشیں' نفرتیں اور عداوتیں بھڑک اٹھتی ہیں۔ یہ رشوت ایسی لعنت ہے کہ یہ اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہے۔ زر پرستی کی خواہش اپنا جوبن دکھاتی ہے۔ اس عمل میں شریک فرد کے متعلق ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ایسا شخص اللہ کی رحمت سے دور رہتا ہے۔ اللہ کے غضب کا مستحق اور گرفتارِ لعنت ہو جاتا ہے۔ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں معاشرے کا ناسور اور اللہ کے بندوں کے دشمن بن جاتے ہیں۔ رشوت کے ذریعے جن قوموں نے اپنی اولاد کی پرورش کی ہے وہ نسل عبرت کا نشان بن کر مغلوب و مقہور ہو جاتی ہے۔ ان کی ترقی کا عمل رُک جاتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے کا سسٹم اور نظام فیل ہو جاتا ہے اور بالآخر کشکول لیکر غیروں کے دَر کے بھکاری بن جاتے ہیں اور ملک' وطن اور قوم و ملت کے خرید و فروخت کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں۔ قانون اور نظام نام کی کوئی چیز ان کے پاس باقی نہیں رہتی۔ کسی کی نصیحت اور خیر خواہی کی پکار پر کان نہیں دھرتے اور اپنے آپ کو اپنی اولاد کو اپنے وطن و ملت کو ذلت و پستی کے کنارے پہنچا کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور دونوں جہاں کی محرومیاں حصے میں آجاتی ہیں۔ اس لئے اس گھناؤنے عمل سے رسولِ رحمت ﷺ نے سختی سے روکا ہے۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے "راشی اور مرتشی یعنی رشوت دینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔

حدیث (۱۵): **عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: "اَلۡیَدُ الۡعُلۡیَا خَیۡرٌ مِّنَ الۡیَدِ السُّفۡلٰی"**
(سنن ابوداؤد۔حدیث ۱۶۴۵)

ترجمہ:۔ ''عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' (یعنی صدقہ کرنے والا صدقہ وخیرات لینے والے سے بہتر ہے)

تشریح:۔ یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ میں ابوداؤد نے نقل کی ہے۔جس سے ظاہر یہی ہے کہ یدالعلیا سے مراد دینے والا اور یدالسفلی سے مراد لینے والا ہاتھ ہے۔

اس حدیث میں صدقہ وخیرات اور لوگوں کی مالی اعانت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ساتھ ساتھ مالدار کے جذبہ حُبِ مال اور حرص کو قابو میں رکھنے کا انتظام بھی ہے، غریب اور نادار لوگوں کے جذبہ محرومیت اور نا اُمیدی کو مٹانے کی ترکیب ہے۔لیکن ان کے جذبہ طمع وحرص پر ضرب لگائی گئی ہے کہ اس کارگاہ حیات میں جہدِ مسلسل اور محنت ومشقت سے ہرکوئی اپنا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے کسی کا سہارا بننے کی دوڑ دھوپ میں لگا رہے۔کیونکہ رزق کے دروازے ہرایک پر کھلے ہیں۔لہٰذا اپنے حصہ کی تلاش کرے۔اس کے علاوہ اس حدیث میں ایک اہم اخلاقی قدر کی طرف توجہ اور ترغیب دلائی ہے کہ مسلمان کو اعلیٰ وبرتر اقدار کا حامل ہونا چاہئے۔ ہر شعبۂ حیات میں آدمی کو برتر مقام کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے اور اس مقام کے حصول کا مقصد خدمتِ خلق اور ربّ کی رضا کا حصول ہونا چاہئے اور اس مقام کی صلاحیت واستعداد بھی لازمی طور پر اپنے اندر پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ بہتر خدمت کی جاسکے۔

حدیث (۱۶): **''مَنۡ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمۡ یَرۡفُثۡ وَ لَمۡ یَفۡسُقۡ رَجَعَ کَیَوۡمٍ وَلَدَتۡہُ اُمُّہٗ''۔** (صحیح البخاری۔حدیث ۱۵۲۱)

ترجمہ:۔ ''جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور اس نے کوئی بدکاری نہیں کی اور نہ ہی کسی فسق کا ارتکاب کیا تو وہ حج سے اس طرح واپس آیا جیسا کہ نومولود معصوم بچہ ہوتا ہے''

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ بنی نوعِ انسان کی فطرت' تقاضوں اور کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہے کہ یہ جلد باز انسان کبھی کبھار خیر کے حصول کی لالچ میں اپنی برائی اور نقصاں کا سامان کر جاتا ہے اور گرفتارِ عتاب ہو جاتا ہے۔انسان بالخصوص مسلمان کی ان لغزشوں اور کوتاہیوں کے تدارک کے لئے اللہ نے اپنے فضل سے زندگی میں کئی مواقع کی فراہمی کا انتظام فرمایا ہے کہ اگر انسان اور مسلمان اپنی غلطیوں اور نافرمانیوں کا تدارک کرنا چاہے تو کر سکے۔ یہ مواقع کئی طرح کے ہیں۔لیکن اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے خاص عبادت حج کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو بھی خالص رضائے الٰہی کی طلب میں گھر بار چھوڑ کر زیارت بیت اللہ کے لئے نکلتا ہے اور رب کو راضی کرنے کے لئے غیر قانونی اور غیر شرعی کام سے اجتناب کرتے ہوئے حج ادا کرتا ہے اور اس دوران کسی کی دل آزاری' ایذا رسانی، بدسلوکی، گناہ اور بدکاری سے پرہیز کرتا ہے تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے ان کے سارے گناہ اس کے اعمال نامے سے خارج کر دیتا ہے۔

حدیث (١٧): لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بالمعروفِ، يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهُ وَ يُجِيْبُهُ اذا دَعَاهُ وَ يُشَمِّتُهُ اِذَا عَطَسَ، وَ يَعُوْدُهُ اِذَا مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ اِذَامَاتَ وَ يُحِبُّ لَهُ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (سنن ترمذی۔حدیث ۲۷۳۶)

ترجمہ:۔ ''ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے چھ نیکیاں کرنی چاہئیں''۔

۱۔ جب وہ ملے تو اسے سلام کرے۔

۲۔ اور جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرے۔

۳۔ اور جب اسے چھینک آئے تو وہ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ (اللہ تم پر رحم کرے) کہے۔

۴۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

۵۔ اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو وہ نمازِ جنازہ میں شریک ہو اور جنازہ کیساتھ ساتھ چلے''۔

۶۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرے وہ اس کے لئے بھی پسند کرے۔

تشریح:۔ اس حدیثِ پاک میں اہم معاشرتی حقوق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اسلام واقعی اور حقیقی نظامِ حیات کا نام ہے۔ جو انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے اور جس میں انسانی جذبات' حقوق اور مزاج کا مکمل خیال رکھا گیا ہے اور زندگی کا کوئی شعبہ یا پہلو تشنہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہمارے سماجی اور معاشرتی زندگی میں باہم میل جول کے جو تقاضے ہیں اس حدیث میں اکثر بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان معاشرے میں ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر چھ حقوق عائد ہوتے ہیں۔جن کا خیال رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

پہلا کام ملاقات میں سلام کرنا۔ یہ بہت قیمتی عمل ہے۔کوئی انسان جب دوسرے سے ملتا ہے تو گفتگو کے لئے مقصد کو ظاہر اور بیان کرنے کے لئے اور مدعا بیان کرنے کے لئے کسی نقطے سے آغاز ضروری ہوتا ہے۔تمہید باندھے بغیر کسی چیز کا تقاضا کرنا عجیب لگتا ہے۔اس لئے دینِ اسلام نے اور معلمِ انسانیت ﷺ نے اہم ذمہ داری اور حق کے طور پر یہ بات ہر ایک پر لازم کر دی کہ ملاقات کے آغاز میں سلامتی اور خیر خواہی کے جذبات کے اظہار اور جوابی اظہار سے گفتگو کا آغاز بہتر ماحول میں کرے۔ جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور سوچ کا موقع ہاتھ آتا ہے۔

دوسرا کام' کھانے اور دعوت پر بلانے پر دعوت کو قبول کرنا اہم حقوق میں سے ہے۔ اسلام ایک طرف اگر انفاق اور مہمان نوازی پر زور دیتا ہے تو دوسری طرف ایجاب دعوت کی تاکید بھی کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کے درمیان باہمی محبت و مودّت کے جذبات فروغ پائیں۔

تیسرا کام' چھینکنے پر اس کا مسنون جواب دے۔ اس میں یہ بات واضح رہے کہ چھینکنے والا خود الحمدللہ کہے گا۔اس کے جواب میں سننے والا اس کو یرحمک اللہ کہہ کر اس کے لئے رحمتِ الٰہی کی دعا کرے گا۔اس طرح ہمدردی' خیر خواہی اور بھائی چارے کی فضاء برقرار رہ کر سکون و چین کی زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔

چوتھا کام' بیمار بھائی کی تیمارداری اور عیادت بہت بڑے اَجر اور ثواب کا کام ہے۔ دوست وہی ہوتا ہے جو آڑے وقت کام آئے' غم بانٹے اور مشکل حل کرنے میں مدد کرے۔ اسلام مسلمانوں کو آپس میں بھائیوں کی طرح دیکھنا اور رکھنا چاہتا ہے اور یہ رشتہ حالتِ مرض میں عیادت کرنے اور علاج معالجے کی سہولت فراہم کرنے سے مزید قوی و توانا ہو جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ ایک مسلمان جب بیمار پڑ جائے تو دوسرا اس کی عیادت ضرور کرے تاکہ یہ رشتہ نہ ٹوٹے۔

پانچواں کام' جب کوئی مسلمان بھائی دنیائے فانی سے رِحلت کر جائے تو باعزت طریقے سے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا اور جنازے کے ساتھ چلنا اور دفنانا مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے۔

چھٹا کام' یہ ایک جامع جملہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے اسلامی تعلیمات کے جمال و کمال کا شاندار نمونہ ہے۔ جس سے دنیا کا کوئی مذہب' کوئی نظام اور مفکر قاصر رہا ہے اور تا قیامت قاصر رہے گا۔ وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جو کچھ اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہو وہی چیز اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ جس عزت' دولت' شہرت' بلندی اور خوشحالی کی ذاتی خواہش رکھتا ہے وہی چیز دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرنا تقاضا اسلام میں سے ہے۔

حدیث (۱۸): "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَ لَوْ بِالصِّيْنِ" (کنزالعمال: ۲۸۶۹۷)

ترجمہ:۔ "علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے"

تشریح:۔ آپ ﷺ سے منسوب اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ علم کے حصول میں سفر کرنا پڑے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہئے بلکہ دور دراز کا سفر کر کے بھی علم کی روشنی میسر ہو سکتی ہو تو ضرور اسے حاصل کرنا چاہئے کیونکہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس لئے کہ علم اور دانائی مومن ہی کا سرمایہ ہو سکتا ہے اور مومن کو یہ سرمایہ جس طرح اور جہاں سے بھی ممکن ہو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ علم بغیر مشقت کئے حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا علم کے حصول میں مسافت اور فاصلوں کی دوری حائل نہ ہونے پائے اور کسی نے گھر بیٹھے علمی مہارتیں حاصل نہیں کی ہیں اور نہ ایسا ممکن ہے بلکہ سفر کی تکلیفیں، ہجر کی صعوبتیں اور وطن سے دوری کے مراحل سے گزر کر ہی علم کی روشنی ملا کرتی ہے۔ اس مضمون کی ایک روایت منقول ہے کہ حکمت اور دانائی کی بات مومن کا متاع گم گشتہ ہے۔ یہ جہاں سے بھی ملے تو اس کے حصول کا حقدار مومن ہی کو بننا چاہئے اور مومن کو اپنے اندر اتنی صلاحیت پیدا کرنا چاہئے کہ علم و عرفان معرفت و آگہی کا نور جہاں بھی چمکے مومن کو وہاں پہنچ جانا چاہئے اور سب سے آگے بڑھ کر اُسے حاصل کرنا چاہئے کیونکہ علم ہی کی بدولت معرفتِ نفس اور معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے اور پھر یہی علم مومن کو عمل کرنے پر ابھارتا ہے اور عمل سے زندگی بنتی ہے اور دنیا و آخرت سنور جاتے ہیں۔

حدیث (۱۹): "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوٰلِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ". (صحیح مسلم۔۲۵۶۴)

ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے"۔

تشریح:۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اخلاص اور للّٰہیت کی طرف ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ انسان کے اعمال اور اس کے حرکات و سکنات اور جذبات کے اظہار کا محرِک اور باعث اس کے دل میں موجود اخلاص اور لگاؤ ہونا چاہئے اور اسی

چیز کی قدر واہمیت اللہ کے ہاں بھی ہے۔اللہ کے نزدیک تقرب پانے اور نزدیک ہونے کے لئے حسین وجمیل ہونا اور دولتمند و مالدار ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں معیارِ کامرانی و کامیابی ہیں۔ بلکہ اصل چیز اعمال کا محرک ہے کہ آپ کے دل میں کیا جذبات ہیں اور کس جذبے سے آپ یہ عمل ادا کر رہے ہیں۔اگر آپ کا جذبہ صحیح ہو' اخلاص اور ہمدردی اور ربّ کی اطاعت مقصود ہو تو آپ کے عمل کا وزن اور قدر ہوگی اور قبولیت بھی حاصل ہوگی۔ اگر خدانخواستہ آپ کے کسی عمل کا محرک خودغرضی' دھوکہ دہی' مفاد کا حصول ہو تو یہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا لگتا ہو لیکن اس کی حیثیت اللہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں بلکہ یہ ذریعہ وبال ہوگا۔

حدیث (۲۰): ''اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ و سَبْعُوْنَ او بِضْعٌ و سِتُّوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَدْنَا هَا اِمَاطَةُ الاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الاِیْمَانِ'' (صحیح مسلم۔۳۵، کتاب الایمان)

ترجمہ:۔ ''ایمان کی ستّر سے کچھ زائد...... یا ساٹھ سے کچھ زائد شاخیں ہیں۔پس ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے۔اور حیا ایمان کا ایک اہم جز ہے''

تشریح:۔اس حدیث میں ایمان اور اس کی ذیلی شاخوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ایمان دراصل اس کیفیت اور عقیدت کا نام ہے جس کے زیر اثر تمام انسانی اعمال مرتب ہوتے ہیں اور اس کا اثر زندگی کے کم از کم ساٹھ یا ستر سے زائد شعبوں میں دکھائی دے گا۔

سب سے اعلیٰ وافضل عمل کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار واعلان ہے۔یعنی توحید کا اظہار اور ربّ کائنات کے وحدہٗ لاشریک کا اعتراف اور تمام معبودانِ باطلہ سے برأت و بیزاری کا اعلان سب سے بہترین اور اعلیٰ درجے کا عمل ہے کیونکہ یہی عقیدۂ توحید بنیاد فراہم کرتا ہے جب تک سنگِ بنیاد درست' مضبوط اور مستحکم نہ ہوگا۔اس پر عمارت بنانا نقصان دہ ہوگا اور باعث زیاں ہوگا۔

عقیدۂ توحید ہی مسلمان اور کافر میں فرق کو ظاہر کرتا ہے۔اس لئے حدیث کے پہلے حصے میں عقیدۂ توحید کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔اس حدیث کے آخری حصے میں دو چیزوں کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔کہ راستے سے ضرررساں اشیاء دور کرنا ایمان کا ادنیٰ شعبہ ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ ایمان کا اثر مومن کی زندگی میں ایسا نظر آئے کہ ہر کسی کو محسوس ہو کہ ایمان نے زندگی بدل دی ہے۔راستے سے تکلیف دہ شے دور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام امور میں لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرنا ناجائز رکاوٹیں دور کرنا' مومن کی شان ہے۔

حدیث کے آخری حصے میں حیاء کو ایمان کا حصہ اور شعبہ قرار دیا ہے۔حیاء ایسی صفت ہے جو انسانی اعمال کو کنٹرول اور متوازن بناتی ہے۔حیاء کی صفت جس میں ہوگی اس کا ضمیر زندہ ہوگا اور ضمیر جب جاگ رہا ہو تو پھر حقوق کی پامالی کا تصور ناممکن ہے۔آخری بات یہ کہ ایمان حیاء کی صفت کو ترقی دیتا ہے اور حیاء کی افزائش کرتا ہے۔

حدیث (۲۱): ''مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ'' (صحیح مسلم۔حدیث ۱۸۹۳، کتاب الامارۃ)

ترجمہ:۔ ''جس نے کسی شخص کی رہنمائی کسی اچھائی کی طرف کی اس کو وہی اجر ملے گا جو بھلائی کرنے والے کو ملے گا''۔

تشریح:۔ رسول کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کسی کی بھلائی کی طرف رہنمائی بہت محبوب اور پسندیدہ عمل ہے اور ایسا کرنے پر بڑا اَجر ملے گا۔ بلکہ اتنا ہی اَجر ملے گا جتنا خود عامل کو مل رہا ہو۔ کئی اور احادیث میں بھی اسی مفہوم کے مضامین مذکور ہیں۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ ''خیر الناس من ینفع الناس'' کہ لوگوں میں سے بہتر وہ شخص ہے جو دوسرے لوگوں کو نفع اور بھلائی پہنچائے۔

دراصل اسلام اصلاح اور فلاح کا دین ہے۔ اسلام کے ہر عمل کی اساس اور بنیاد خیر پر ہوگی اور اس کے ہر حکم اور امر کا انجام اور نتیجہ فلاح اور بھلائی ہی ہوگا۔ خیر کی طرف رہنمائی کرنا' کسی کو بھلائی کی تعلیم دینا اور کسی اچھائی کی بنیاد رکھنا' پسندیدہ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے ساتھ ہمدردی' خیر خواہی اور تعاون بھی ہے اور یہی چیز اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔ صرف اپنے طور پر اچھا بننا اگرچہ احسن کام ہے لیکن یہ کمال کو اس وقت پہنچتا ہے جب دوسروں کو بھی ساتھ ملایا جائے اور دوسروں کو بھی اس روش کی تعلیم دی جائے اور انہیں بھی ایسا کرنے پر آمادہ کیا جائے۔

جس نظام کی بنیاد اتنی ٹھوس اور مضبوط اصولوں پر قائم ہو تو اس نظام کے ماننے والوں کو غلبہ ملنا اور برتری ملنا منطقی بات ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم مسلمان غیروں کے بنائے ہوئے جھوٹے' بے بنیاد اور فرضی اصول وقواعد کو تو اپنا رہے ہیں تاکہ وہ ہم سے راضی ہوں۔ اس کے باوجود کہ اس طرح کبھی وہ راضی ہوں گے اور نہ ہم ترقی کر پائیں گے۔ لیکن اپنے سچے اور مبنی بر خیر وفلاح نظامِ اسلام کو پس پشت ڈال کر کامیابی وکامرانی کا سوچ رہے ہیں۔

حدیث (۲۲): ''مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنيا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة'' (صحیح مسلم۔ حدیث ۲۶۹۹)

ترجمہ:۔ ''جس نے کسی مومن سے دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی تکلیف کو دور کرے گا اور جس نے کسی تنگ دست مومن کیلئے آسانی پیدا کی' اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے گا''۔

تشریح:۔ کسی کی بھلائی چاہنا' اس کو خیر کی طرف رہنمائی کرنا اور مشکلات میں گھرے ہوئے انسان کی دادرسی کرنا ایک ہی عمل کے دو رُخ ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ دنیا کی اس زندگی میں ایک انسان دوسرے انسان کے لئے ذریعۂ اُنس وتسکین ہے اور کوئی بھی شخص اس کارگاہِ حیات میں کسی بھی وقت کسی بھی مرحلہ میں مشکل اور سختی سے دوچار ہوسکتا ہے اور کسی سہارے کا محتاج ہوسکتا ہے اور مدد وتعاون کا متلاشی اور طلبگار ہوسکتا ہے۔ ایسے میں ایمان کے لازمی تقاضوں میں سے یہ ہے کہ اپنے مومن بھائی کی مشکل حل کر دی جائے اس کا سہارا بن کر اسے حوصلہ دیا جائے۔ اس کو خالص انسانی ہمدردی اور رضائے الٰہی کے حصول کے جذبے سے مدد بہم پہنچائی جائے اور اس کے لئے آسانی پیدا کی جائے۔

اس طرح دنیاوی زندگی میں اس عمل کے مثبت نتائج سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ باہمی اُنس ومحبت پرورش پاتی ہے۔ بھائی چارے کی فضا کو تقویت ملتی ہے۔ اعتماد اور بھروسے میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ خیر خواہی کے جذبات پروان چڑھتے

ہیں اور اس کے نتیجے میں ایثار اور درگذر جیسی صفات نشو ونما پا کر زندگی میں چین، سکون، امن و آشتی اور خوشحالی رواج پاتی ہے اور اُخروی لحاظ سے اس عمل کے نتیجے میں ربّ کی رضا نصیب ہو جاتی ہے اور اللہ کے فضل و رحمت کا فیضان عام ہو جاتا ہے اور آخرت میں مجبور اور محتاج بندے کے مسائل ومشکلات میں اللہ پاک آسانیاں پیدا فرماتا ہے جس کی وہاں اشد ضرورت ہے۔

حدیث (۲۳): وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ قِيلَ مَنْ يَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَايَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهٗ. (بخاری۔حدیث ۶۰۱۶)

ترجمہ:۔ ''اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لایا، اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لایا، اللہ کی قسم وہ شخص ایمان نہیں لایا۔ دریافت کیا گیا کون یا رسول اللہ ﷺ ایمان نہیں لایا۔ ارشاد فرمایا وہ شخص جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں''۔

تشریح:۔ دینِ اسلام انسانی حقوق کی پاسداری اور نگہداری کا علمبردار ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے اتنا کسی بھی نظام میں نہیں دیا گیا۔ آج کل کے نام نہاد ادارے جو انسانی حقوق کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر خود اس کی پامالی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

زیرِ نظر حدیث ہمسایہ کے حقوق کے بارے میں ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ہمسایہ کی ایذاء رسانی ایمان کے خلاف عمل ہے۔ جو بھی مومن اپنے ایمان کی تکمیل کا خواہشمند ہو اُسے چاہئے کہ ہمسائے کے حقوق کا خیال رکھے۔ ہمسائے کو اذیت نہ دے، راحت پہنچائے، سہولتیں فراہم کرے، رنج و غم میں برابر کا ساتھی بنے، احسان وحسنِ سلوک کا رویہ رکھے، ایک اور حدیث میں جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے کہ جبرئیل امین مجھے مسلسل ہمسایہ کے حقوق کے بارے میں تاکید فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ ہمسایہ کو میراث میں حصہ دار ٹھہرایا نہ جائے۔ ہمسایہ کا لفظ اپنے اندر وسعت رکھتا ہے۔ گھر اور محلے دار اور پڑوسی سب اس میں شامل ہیں۔ سفر میں شریک ساتھی، کاروبار اور ہم پیشہ آدمی بھی ہمسایہ ہی ہوتا ہے۔ ملکی باشندے کی حیثیت سے سارے اہل وطن ایک دوسرے کے ہمسایہ ٹھہرتے ہیں۔

ایمان کے رشتہ میں منسلک پورے عالمِ اسلام کے مسلمان اور پڑوسی ممالک کے رہنے والے مسلم ایک دوسرے کے ہمسایہ ہیں۔ جس کے حقوق کا درجہ بدرجہ خیال رکھنا اہلِ ایمان کے لئے ضروری اور ان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔

حدیث (۲۴): "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ". (بخاری۔حدیث ۶۰۱۸)

ترجمہ:۔ ''جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اُسے چاہئے کہ رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرے اور جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ یا تو اچھی بات کرے ورنہ چپ رہے''

تشریح:۔ زیرِ مطالعہ حدیث کے مندرجات میں تین امور کا ذکر ایمان باللہ اور ایمان بالاخرۃ کے ضمن میں ہوا ہے۔ گویا یہ جملہ امور ایمان باالآخرہ اور ایمان باللہ کے لازمی تقاضے ہیں اور ان کے اثرات اور علامتیں ہیں۔

پہلی بات مہمان کی قدر وعزت ہے۔ مہمان میزبان کے گھر میں بے اختیار ہوتا ہے اور میزبان کے رحم وکرم پر ہوتا ہے۔ وہ میزبان کی طرف سے عزت افزائی' خدمت اور نرمی کے جذبات کا مستحق اور متمنی ہوتا ہے۔ اس لئے رحمۃ للعالمین نے نہایت تاکید کے ساتھ امت کو تعلیم دی ہے کہ مہمان کی قدر کرو۔ اگر روزِ آخر میں سرخروئی چاہتے ہو۔

دوسری بات' رشتہ داروں اور اعزہ و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور ہمدردی کا رویہ اپنانا ہے۔ صلہ رحمی کے متعلق کئی روایات میں زور دے کر کہا گیا ہے کہ قاطع الرحم جہنمی ہوگا۔ انسانی معاشرے میں قریبی رشتہ دار ہی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوکر حوصلہ بڑھاتے اور سہارا بنتے ہیں۔ ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں بلاجھجک ایک دوسرے سے اظہار بھی کر سکتے ہیں اور بجا طور پر ان سے ملنے کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ اگر صاحبِ استطاعت قدرت رکھنے کے باوجود کوئی اپنے رشتہ دار کی امیدوں کا قتل کرے انہیں مایوس و ناامید رکھے' محرومی دے' تو یہ عمل ایمان کے منافی اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کا ذریعہ بنتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ نیکی کی بات کرنی چاہئے لوگوں سے نیکی اور بھلائی کی باتیں کی جائیں۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو خاموشی اختیار کرنا زیادہ احسن ہے۔ فضول گفتگو کرنے سے بہتر ہے کہ انسان خاموش رہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ''جس نے خاموشی اختیار کی اُس نے فلاح پائی''۔

حدیث (۲۵): ''اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ''. (صحیح۔ بخاری۔ حدیث ۵۱۴۳)

ترجمہ:۔ ''بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے''۔

تشریح:۔ تعلقات کو بگاڑنے' دلوں کو توڑنے' اپنوں میں دوریاں لانے اور معاشرے میں نفرتیں پھیلانے کے عمل میں بدگمانی اور ظن کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ غلط خیالات اور بُری سوچ پر مبنی مفروضے اور منصوبے کب خیر لا سکتے ہیں۔ بلاثبوت باتوں کو پھیلانا' سنی سنائی افواہوں کو بنیاد بنا کر اِقدام کرنا' قوموں میں دوری اور عداوت کے بیج بوتی ہے اور ایک بار اس غلط مفروضے کی بنیاد ڈالی جائے تو پھر شیطان اور اس کے چیلے اس کو وسعت دینے کے لئے ہر دم تیار نظر آتے ہیں اور لوگوں کے باہمی جنگ و جدال اور نفرت و عداوت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اسی بے بنیاد اور جھوٹے خیالات سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے اور محض وہم و گمان سے صراحت کے ساتھ روکا گیا ہے اور بدگمانی کو سب سے بڑا جھوٹ قرار دے دیا گیا ہے اس حدیث سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ دینِ اسلام نے انسانیت کی رہنمائی ہر مرحلہ میں فرمائی ہے۔ چھوٹی سی کمی بھی نہیں چھوڑی ہے۔ اسی لئے جب حضرت سلمان فارسیؓ سے ایک غیر مسلم نے طنزاً یہ بات کہی تھی کہ یہ کیسا دین ہے جو استنجاء اور قضائے حاجت کے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ تو جواب میں حضرت سلمان فارسیؓ نے بڑے فخر و اعزاز کے طور پر کہا۔ جی ہاں دینِ اسلام نے ہماری ہر طرح کی رہنمائی کا

انتظام فرمایا ہے۔ بڑے سے بڑے مسائل سے لیکر چھوٹی چھوٹی چیزوں تک کے بارے میں بھی ہمیں علم و رہنمائی سے نوازا ہے۔ اللہ کا ہم مسلمانوں پر بڑا کرم ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نے ہماری کامل رہنمائی فرمائی ہے۔

لیکن افسوس کہ مسلمان غیروں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یہود و ھنود کی نقالی سے دل بہلا رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں اندھا ہوتا جا رہا ہے اور ربّ کی عظیم نعمت دین اسلام کے بنیادی امور سے نابلد و ناآشنا ہے۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کی ذلت، خواری، پستی اور تنگدستی ہے۔ اور یہی ہے عذابِ الٰہی اور آخرت میں بُرے انجام کی تیاری۔ اللہ ہمیں اور ہمارے حکمران طبقے کو ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

مشق

1۔ دیئے گئے سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

(i) رشوت ستانی کے نقصانات اور معاشرے پر اسکے بُرے اثرات پر نوٹ لکھیں۔

(ii) اسلام میں کن اہم معاشرتی حقوق پر زور دیا گیا ہے؟

(iii) الحیاء شعبة من الایمان کی تشریح کرتے ہوئے بتائیں کہ حیاء کے ذریعے انسانی اعمال کو متوازن کیسے بنایا جا سکتا ہے؟

(iv) حدیثِ نبوی ﷺ سے ثابت کریں کہ اسلام اصلاح اور فلاح کا دین ہے۔

(v) ہمسایوں کی اقسام اور ان کے حقوق قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

(vi) بدگمانی کو سب سے بڑا جھوٹ کیوں کہا گیا ہے؟

(vii) مشکل حالات میں لوگوں کا سہارا بننے سے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

(viii) اخلاص اور للھیت پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(ix) صدقات کے ذریعے صدقہ لینے والے اور صدقہ دینے والے کے کن جذبات کی اصلاح مقصود ہوتی ہے؟

(x) بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کے لئے زیادہ نفع بخش ہو۔ تفصیل بتائیں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) تم میں بہترین وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور اسے..................۔

(ii) بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ.................. ہو۔

(iii) اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے.................. اور.................. کو دیکھتا ہے۔

(iv بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی ....۔

(v اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دِلوں اور ....کو دیکھتا ہے۔

3۔ مندرجہ ذیل بیانات کے چار ممکنہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں ایک جواب درست ہے درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے کہ اس کا ہر عمل ہو:

(الف) نفع بخش (ب) ضرر رسان

(ج) دونوں (د) ایک بھی نہیں

(ii اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''جس نے میرے نبی ﷺ کی اطاعت کی اس نے گویا:

(الف) اپنی ذات کی اطاعت کی'' (ب) اللہ کی اطاعت کی''

(ج) کسی کی اطاعت نہ کی'' (د) ہر ایک کی اطاعت کی''

(iii رشوت کا طریقہ اس وقت عام ہوتا ہے جب معاشرے سے ختم ہو جاتا ہے:

(الف) ہمدردی کا جذبہ (ب) عدل و انصاف

(ج) احترام انسانیت (د) اعتماد

(iv جس نے بیت اللہ کا حج اور اس کے مناسک ادا کئے اور مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہے اس کے پہلے گناہ:

(الف) شمار کئے جائیں گے (ب) معاف کر دیئے جائیں گے

(ج) شمار نہیں کئے جائیں گے (د) معاف نہیں کئے جائیں گے

(v جس نے کسی شخص کی رہنمائی کسی اچھائی کی طرف کی اس کو وہی اَجر ملے گا جو:

(الف) برائی کرنے والے کو ملے گا (ب) کسی کا حق مارنے والے کو ملے گا

(ج) بھلائی کرنے والے کو ملے گا (د) تنگ نظری کرنے والے کو ملے گا

(vi بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی:

(الف) سب سے بڑی اچھائی ہے (ب) سب سے بڑی سچائی ہے

(ج) سب سے بڑا جھوٹ ہے (د) سب سے بڑی نیکی ہے

4۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیں۔

(i حج کے متعلق حدیث کا حوالہ دیں۔

(ii بدگمانی کس طرح سب سے بڑا جھوٹ ہے؟

(iii رشتہ داروں اور مہمانوں کے ساتھ کس طرح صلہ رحمی اور ہمدردی کا جذبہ اپنانا چاہئے؟

(iv حدیث شریف میں کس طرح پڑوسی کے ساتھ تعلقات استوار رکھنے کا کہا گیا ہے؟

(v حضور ﷺ نے خاموشی کو کیوں عبادت قرار دیا ہے؟

باب سوم

موضوعاتی مطالعہ

(الف) ایمانیات اور عبادات

ا۔ عبادت

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ عبادت کے مفہوم کی وضاحت کر سکیں گے۔
- ☆ اسلام کے تصورِ عبادت کو جان سکیں گے۔
- ☆ عبادت کی اہمیت اور افادیت کو اُجاگر کر سکیں گے۔

عبادت...... معنی و مفہوم

عبادت عربی زبان کے لفظ ''عبد'' سے نکلا ہے جس کے معنی بندگی و غلامی اور اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں۔ اس اعتبار سے عبادت ''بندگی'' کو کہا جاتا ہے۔ یعنی جب ایک بندہ اپنے حقیقی رب کی اطاعت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔ اسے اپنا مالک اور آقا مانتے ہوئے اس کے ہر حکم پر چلتا ہے اس کا تابع اور فرماں بردار ہو جاتا ہے' اس کے سامنے اس کی حیثیت ایک غلام کی سی ہوتی ہے جو اپنے رب کا پرستار اور پجاری بن جاتا ہے اور اس کے ساتھ نہ چھوٹنے والا ایک مضبوط رشتہ قائم کر کے ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے اس کے مالک و خالق کی حقیقی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے، عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥ (سورۃ الذّٰریٰت۔ ۵۱:۵۶)

ترجمہ:۔ ''ہم نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت (بندگی) کے لئے پیدا کیا ہے''۔

اسلام نے بتایا کہ عبادت کا مفہوم پوجا پاٹ اور محض رسمیں ادا کر لینا ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں وہ تمام ظاہری اور باطنی اعمال و اقوال شامل ہیں جو اللہ کو پسند ہیں اور جو اس کی خوشنودی کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' سچائی' حق گوئی' امانت و دیانت' ایفائے عہد' مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردانہ سلوک' حقوق العباد کی ادائیگی' نیکی کی تلقین' بدی سے پرہیز' انصاف' اخلاص' صبر و تحمل وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت قلب انسانی کی عاجزی اور نیازمندی کی وہ انتہائی کیفیت ہے جو اس کے ظاہری و باطنی اعضاء کے ذریعے اس کے فکر و عمل کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے سانچے میں اس طرح ڈھال دے کہ اس کا کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے خلاف نہ اٹھے۔ جس کا اظہار حضور اکرم ﷺ نے واقعہ معراج پر کیا۔ آپ ﷺ نے پروردگار کے سامنے اپنی

عاجزی کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ؕ

ترجمہ:۔ ''تمام قولی عبادتیں اور تمام بدنی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں''

اسلامی نقطہ نظر میں اللہ تعالیٰ کی عبادت یہی نہیں کہ مخصوص رسوم کے ذریعے اس کے آگے اظہار عاجزی و بندگی کر لیا جائے بلکہ معاشرت و معیشت، تجارت و زراعت، تہذیب و اخلاق، حکومت و سیاست، غرض دنیا کے تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی اور اپنی خواہشات کو نظر انداز کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنا عبادت ہے۔

اسلام اور عبادت

اسلام کا تصورِ عبادت یہ ہے کہ انسان کی ساری زندگی اللہ کی بندگی میں بسر ہو انسان اپنے آپ کو دائمی اور ہمہ وقتی ملازم سمجھے اس کی زندگی کا ایک لحہ بھی اللہ کی عبادت سے خالی نہ ہو اس دنیا میں وہ جو کچھ بھی کرے اللہ کی شریعت کے مطابق کرے۔ اس کا سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، غرض کہ سب کچھ اللہ کی پابندی میں ہو۔ اللہ نے جو خدمات اس کے سپرد کی ہیں اور زندگی کے جو فرائض اس پر عائد کئے ہیں ان سب کا بار اس کا نفس پوری رضامندی کے ساتھ اٹھائے اور ان کو اس طریقے سے ادا کرے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے اس کی راہنمائی کی ہے۔ وہ ہر وقت اور ہر کام میں اللہ کے سامنے اپنی ذمہ داری محسوس کرے اور یقین کرے کہ اسے اپنی ایک ایک حرکت کا جواب دینا ہے۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام انسان کی پوری دنیاوی زندگی کو عبادت میں تبدیل کر دینا چاہتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا کوئی لحہ بھی اللہ کی عبادت سے خالی نہ ہو۔ پس بندے کا ہر وہ فعل اور عمل جس سے وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتا ہے عبادت کے زمرے میں آتا ہے بشرطیکہ شریعت و سنت کے مطابق ہو یعنی ہر کام اور ہر بات بشرط اخلاص واحسان عبادت ہے

اہمیت و افادیت

دینِ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی بنیادی عبادتیں فرض کی ہیں۔ ان کو عبادات کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بس عبادات یہی ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اصلی اور براہ راست عبادتیں ہیں، جبکہ باقی افعال جیسے تجارت، سیاست و حکومت، ملازمت اور معاشرت وغیرہ بشرط اخلاص و احسان بالواسطہ عبادتیں ہیں، اور ان دونوں کا مجموعہ تخلیق انسان کا مقصد ہے۔ اسی لئے اسلام میں ایمان یا عقیدے کی درستگی کے بعد سب سے پہلے عبادات پر زور دیا گیا ہے۔

عبادات ''اللہ کے ساتھ براہ راست ربط اور تعلق'' کی ایک عملی صورت ہونے کے باعث بذاتِ خود مقصد اور نصب العین ہیں ہاں اسلام کے باقی احکام و قوانین پر عمل کے لئے آمادہ کرنے اور ان کی روح کو سمجھنے کے لئے تربیت کا ایک ''ذریعہ'' بھی ہیں۔ قرنِ اول کے مسلمانوں کو ان عقائد اور عبادات نے ہی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ اللہ پر ایمان اور اس کے ساتھ ربط (بذریعہ

عبادت) نے تمام مشکلات کو ان کی نظر میں ہیچ کر دیا' بڑی سے بڑی قربانی دینا' ان کے لئے آسان ہو گیا اور وہ ایمان اور عبادت کی روح سے آشنا ہو گئے۔ ان کی زندگیاں' ان کے عقائد اور عبادات کے نتائج کی منہ بولتی تصویریں تھیں۔ وہ نہ دنیا سے لاتعلق تھے' نہ آخرت سے غافل۔ وہ عبادات کے احکام' ان کی ظاہری شکل وصورت' ان کی کیفیت اور ہیئت سے بھی واقف تھے اور عبادات کے معنیٰ' مقصد اور اس کی روح اور حقیقت سے بھی۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر تحریر کریں۔

(i عبادت کا معنیٰ ومفہوم بیان کریں۔

(ii اسلام میں عبادت کسے کہتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

(iii عبادت کی اہمیت وافادیت بیان کریں۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i عبادت .... زبان کے لفظ .... سے نکلا ہے۔

(ii عبد کا مطلب .... اور عبادت کا مطلب .... ہے۔

(iii بندے کی حیثیت اپنے آقا کے سامنے .... سی ہوتی ہے۔

(iv ہم نے .... اور .... کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

(v .... انسانوں کی خوشامد، نذر و نیاز اور ہمدردی کا مطلب نہیں ہے۔

(vi کچھ افراد دین اور دنیا کو ایک دوسرے کی .... سمجھتے ہیں۔

(vii عبادت ایک .... لفظ ہے۔

3۔ درست اور غلط جملوں کی وضاحت کریں۔

(i دینِ اسلام انسان کی پوری زندگی کو عبادت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

(ii اسلام دینِ فطرت ہے۔

(iii عبادت سے مراد پوجا پاٹ ہے۔

(iv دنیاوی زندگی سے کٹ کر خدا سے لو لگانا سب سے بڑی عبادت ہے۔

(v انسان کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر صرف آخرت کی فکر کرے۔

(vi دین اسلام نے دنیا کو عبادت کا ایک نیا نظریہ دیا۔

(vii دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جانے کو اسلام عبادت کہتا ہے۔

4۔ مختصر جوابات تحریر کریں۔

(i اسلام میں عبادت کسے کہتا ہے؟

(ii اسلام انسان کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو عبادت میں تبدیل کیوں کرنا چاہتا ہے؟

(iii کیا صرف بنیادی عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) انسان کی تخلیق کا مقصد ہے؟

(iv وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ قرآن کی اس آیت کا ترجمہ لکھیں۔

(v اسلام دینِ فطرت ہے۔ اس بات کا مختصر مطلب بیان کریں۔

۲۔ جہاد

مقاصدِ تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ بتا سکیں کہ:

☆ جہاد کے معنی کیا ہیں۔ ☆ جہاد کی کتنی اقسام ہیں۔ ☆ جہاد کی فضیلت اور اہمیت کیا ہے۔

عبادت ...... معنی

جہاد

جہاد کے معنی ہیں کوشش، سعی اور سخت محنت کرنا، اسلامی اصطلاح میں جہاد سے مراد ایسی کوشش اور جدوجہد ہے جس کا مقصد خدا کے کلمہ کی سربلندی، اسلام کا غلبہ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا کی راہ کا مجاہد وہ شخص ہے جو اس لئے لڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ اسی لئے ایسی جنگ کو بطورِ خاص جہاد کا نام دیا گیا ہے جو ان دشمنانِ اسلام کے خلاف لڑی جائے جو اسلام کا راستہ روکنا چاہیں یا مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ آور ہوں۔ جہاد دینِ اسلام میں ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کی پہچان ان لفظوں میں بیان کی ہے کہ:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ (سورۃ الحجرات۔۴۹:۱۵)

ترجمہ:۔ ”حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے لوگ ہیں“۔

حضرت محمد ﷺ جس تعلیم اور شریعت کو لیکر آئے وہ محض نظریہ اور فلسفہ نہیں بلکہ سراپا عمل ہے۔ شریعت محمدی ﷺ میں نجات کا ذریعہ گوشہ نشینی، رہبانیت اور فلسفیانہ خیال آرائی نہیں بلکہ ایمان اور ایمان کے مطابق عمل ہے۔ پس دین اسلام میں ہر مثبت فعل کیلئے کی جانے والی کوشش عمل اور جدوجہد جہاد کے معنی میں آتی ہے۔

جہاد کی اقسام

خدا کی راہ میں ہر کوشش جہاد کہلاتی ہے۔ چاہے وہ زبان، قلم، مال اور تلوار سے کی جائے یا کسی اور ذریعے سے، لیکن پانچ قسمیں زیادہ اہم ہیں:

۱۔ جہاد بالنفس ۲۔ جہاد بالمال ۳۔ جہاد بالسیف
۴۔ جہاد بالقلم ۵۔ جہاد باللسان

۱۔ جہاد بالنفس

جہاد بالنفس کو جہادِ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ انسان کو اطاعتِ الٰہی سے روکنے والی پہلی قوت انسان کی اپنی خواہشات ہیں جو ہر وقت اس کے دل میں موجزن رہتی ہیں اور ان کی سرکوبی کے لئے ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ یہ جہاد کا وہ مرحلہ ہے جسے سر کئے بغیر انسان جہاد کے کسی بھی میدان میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ (صحیح مسلم)

ترجمہ:۔ ''مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے''۔

۲۔ جہاد بالمال

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا تاکہ خدا کا کلمہ دین بلند ہو۔ اسلام کو غلبہ نصیب ہو اور دشمنانِ اسلام ناکام ہوں' اسے مال کا جہاد کہتے ہیں۔ یعنی جب دشمنانِ خدا کے ساتھ میدانِ جنگ میں مقابلہ ہو رہا ہو تو مجاہدین کی اسلحہ اور سامان اور نقد روپیہ سے مدد کرنا تاکہ جہاد میں کامیابی حاصل ہو۔ قرآن پاک میں مالی جہاد کی ترغیب وتاکید کے متعلق بکثرت آیات موجود ہیں۔ سورۃ التوبہ میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿ (سورۃ التوبہ......۹:۴۱)

ترجمہ:۔ ''اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ذریعے یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو''۔

۳۔ جہاد بالسیف

میدانِ جنگ میں جو جہاد کیا جائے اُسے جہاد بالسیف یعنی تلوار اور ہتھیار کا جہاد کہتے ہیں۔ اس جہاد میں دشمن کا مقابلہ تلوار اور ہتھیار کی طاقت سے کیا جاتا ہے۔ جو آدمی اس میں لڑتا ہے وہ غازی کہلاتا ہے اور جو جان دے دیتا ہے شہید کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شہید کا درجہ بہت بلند کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿ (سورۃ آلِ عمران۔۳:۲۰۰)

ترجمہ:۔ ''اے ایمان والو! مشکلات میں ثابت قدم رہو اور مقابلے میں مضبوطی دکھاؤ اور ڈٹے رہو۔ اور خدا سے ڈرو شاید کہ تم مراد کو پہنچو''۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

ترجمہ:۔ ''تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اسے دل سے برا سمجھے''۔ (صحیح مسلم۔حدیث ۴۹)

۴۔ جہاد بالقلم

جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالقلم یا جہاد بالعلم ہے۔ دنیا کا تمام شر و فساد جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس کا دور کرنا ہر طالبِ حق کے لئے ضروری ہے۔ ایک انسان کے پاس اگر عقل، علم اور دانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ تلوار کی طاقت سے وہ طمانیت پیدا نہیں ہو سکتی جو دلیل و برہان کی قوت سے لوگوں کے سینوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا کہ:

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ؕ (سورۃ النحل۔۱۶:۱۲۵)

ترجمہ:۔ ''اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے''۔

جہاد کی ان اقسام کے علاوہ ہر نیک کام اور ہر فرض کی ادائیگی میں اپنی جان و مال اور دماغ کی قوتوں کو صرف کرنے کا نام بھی اسلام میں جہاد ہے۔

۵۔ جہاد باللسان

زبان کے ذریعے جہاد کو جہاد باللسان کہا جاتا ہے۔ اس دور میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ مثلاً زبانی طور پر اسلام پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دینا اور تقریروں، لیکچروں، خطبات جمعہ، خطبات عیدین، درسِ قرآن و حدیث، سیمیناروں کے ذریعے اسلام کی خوبیوں کو عام کرنا، لسانی جہاد کا حصہ ہے۔ معاشرتی اور حکومتی سطح پر ہونے والی برائیوں کے خلاف زبان کھولنا آسان کام نہیں اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا ''سب سے افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے''۔

جہاد کی فضیلت

جہاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان کی طرح ایک اہم رکن ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اسلام میں جہاد ایک بڑی عبادت اور افضل عمل ہے۔ یہ خدا اور رسول کے نزدیک بہت پسندیدہ عمل ہے۔ قرآن و حدیث کی رُو سے جہاد کا بدلہ جنت ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''جس شخص کے پاؤں خدا کی راہ (جہاد) میں غبار آلود ہوئے۔ انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی''۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام کا سفر دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے''۔ جہاد کرتے ہوئے جان دینا شہادت ہے اور شہید کو اللہ تعالیٰ نے مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ حکمِ خداوندی ہے ''جو لوگ جہاد کرتے ہوئے اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ البتہ تمہیں

ان کی زندگی کا احساس نہیں"۔ خدا کی راہ میں شہادت کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ حضور ﷺ شہادت کی آرزو کرتے تھے۔آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے"میری آرزو ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر مارا جاؤں۔اس کے بعد بھی زندگی ملے تو اسے بھی اللہ کی راہ میں قربان کر دوں"۔

جہاد کی اہمیت

جہاد کی اہمیت کو جنگ اور جہاد کے فرق سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

جنگ جبر کا نام ہے۔سفاک رویوں اور وحشیانہ اقدامات کا نام ہے۔تباہی بے امنی خوف و دہشت' بے رحمی' خونریزی جنگ کے نتائج ہیں۔اس کا مقصد صرف اقتدار کا حصول، دشمنوں کو نیچا دکھانا، بدلہ اور انتقام لینا' قابض ہو جانا، اپنی طاقت کا سکہ بٹھانا ہے جبکہ حق کی سربلندی کے لئے جنگ میں کودنا' فساد کے خاتمے کے لئے سر پر کفن باندھنا'ظلم اور ظالم کے خلاف آواز اٹھانا جہاد ہے۔اگرچہ سب معاملات میں اسلام تحمل' بردباری اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے لیکن اسلام نے مسلمانوں کو کسی ایسے حملے کو برداشت کرنے کی تعلیم نہیں دی جو اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں پر اسلام کے سوا کوئی دوسرا نظام مسلط کرنے کے لئے کیا جائے۔اسلام نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جو کوئی تمہارے حقوق چھیننے کی کوشش کرے' تم پر ظلم کرے' تمہاری جائز ملکیتوں سے تم کو بے دخل کرے' تم سے ایمان وضمیر کی آزادی سلب کرے' تمہارے اجتماعی نظام کو درہم برہم کرنا چاہے اور محض اس وجہ سے درپے آزار ہو کہ تم مسلمان ہو تو اس کے مقابلے میں ہرگز کمزوری نہ دکھاؤ اور اپنی پوری طاقت اس کے ظلم کو روکنے میں صرف کر دو اسی کا نام جہاد ہے جو انتہائی اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔

جہاد کی اہمیت کو نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی اس حدیث پاک کی روشنی میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ارشادِ پاک ہے:

"ایک دن اور ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادات سے بہتر عبادت ہے"۔

(صحیح مسلم' کتاب الامارۃ' ح۔۱۹۱۳)

یعنی ملک کی سرحد کی حفاظت ونگرانی میں ایک دن اور ایک رات بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادات سے بہتر ہے۔

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

i) جہاد کے معنی اور مفہوم بیان کیجئے۔

(ii) قرآن وحدیث کی روشنی میں جہاد کی اقسام بیان کیجئے۔

(iii) جنگ اور جہاد کا فرق بیان کرتے ہوئے جہاد کی اہمیت بیان کیجئے۔

2۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i) جہاد کا لفظ.................. سے نکلا ہے۔

(ii) مومن اپنی.................. اور.................. سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

(iii) دین اسلام میں ہر.................. فعل کے لئے کی جانے والی کوشش اور عمل جہاد کہلاتا ہے۔

(iv) جہاد.................. کو جہادِ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔

(v) اے ایمان والو! مشکلات میں............ رہو اور مقابلے میں............ دکھاؤ اور............ رہو۔

(vi) جہاد بالقلم کو جہاد.................. بھی کہا جاتا ہے۔

(vii) جہاد سے.................. کا خاتمہ ہوتا ہے۔

(viii) جہد کے معنی.................. اور.................. کے ہیں۔

3۔ درست اور غلط فقرات کی نشاندہی کیجئے۔

(i) جہاد دینِ اسلام میں ایک بہت بڑی عبادت ہے۔

(ii) حضرت محمد ﷺ جس تعلیم اور شریعت کو لیکر آئے وہ محض نظریہ اور فلسفہ ہے۔

(iii) دینِ اسلام میں ہر نیک کام کے لئے کی گئی کوشش جہاد کے معنی میں آتی ہے۔

(iv) بندے کا سب سے بڑا جہاد، جہاد بالسیف ہے۔

(v) ”تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اسکی طاقت بھی نہ ہو تو اسے دل سے برا سمجھے“۔

(vi) تلوار کی طاقت وہ سب کچھ نہیں کرسکتی جو دلیل و برہان کی قوت کر جاتی ہے۔

(vii) دنیا کا تمام شر وفساد جہالت کا نتیجہ ہے۔

(viii) شریعتِ محمدی ﷺ میں نجات کا ذریعہ گوشہ نشینی اور رہبانیت بتایا گیا ہے۔

(ix) جہاد جنگ کی ضد ہے۔

(x) دینِ اسلام کمزور مسلمان کو پسند نہیں کرتا ہے۔

4۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i دین اسلام میں جہاد کسے کہتا ہے؟

(ii آنحضرت ﷺ نے جہادِ اکبر کس جہاد کو کہا ہے؟ اور کیوں؟

(iii جنگ اور جہاد کا فرق بتائیے۔

(iv انسان کو اطاعتِ الٰہی سے روکنے والی پہلی قوت کیا ہے؟

(v سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی کیا کیا نشانیاں بتائی ہیں؟

(vi جہاد کے تین فضائل لکھیں۔

(vii جہاد کی اہمیت آنحضرت ﷺ کی کسی ایک حدیث کی روشنی میں واضح کریں۔

(viii آنحضرت ﷺ نے مجاہد کسے قرار دیا ہے؟

(ix انسان کا سب سے بڑا جہاد کونسا ہے؟

(x دنیا میں پھیلی ہوئی جہالت اور فساد کا خاتمہ کس طرح سے کیا جا سکتا ہے؟

باب سوم (ب) سیرتِ طَیِّبہ/ اُسوۂ حَسَنَہ

ا۔ خصائل وشمائل نبوی ﷺ

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء:

☆ خصائل وشمائل نبوی ﷺ کا مفہوم سمجھ سکیں گے۔ ☆ قرآن میں سیرت کی تفصیل جان سکیں گے۔

☆ غریبوں کے ساتھ آپ کا سلوک بیان کرسکیں گے۔ ☆ رشتے داروں اور ہمسایوں کے ساتھ آپ کا سلوک بیان کرسکیں گے۔

تاریخ اگر ڈھونڈے گی ثانئ محمد ﷺ

ثانی تو بڑی چیز ہے سایہ نہ ملے گا

شمائل عربی کا لفظ ہے اور شمیلۃ کی جمع ہے جس کا معنی ہے خصلتیں، عادات، اطوار، سلوک و اداء اور شکل وصورت اور یہ عموماً عمدہ اطوار و عادات کے لئے بولا جاتا ہے۔ بہترین اوصاف اور کردار کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ شمائل بیان کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی زندگی گزارنے کی تمام اداؤں کا احاطہ کر کے بیان کرنا۔

فضائل عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ فضیلۃ کا جمع ہے۔ فضیلت، برتری، خوبی، عمدگی اور نیکی وثواب کو کہتے ہیں۔

فضائل میں عموماً کارہائے نمایاں انجام دینے کا تذکرہ ہوتا ہے یعنی کسی شخص کے زندگی کے اس حصے کا تذکرہ کرنا جس میں وہ دوسروں پر برتری اور امتیازی حیثیت حاصل کر چکا ہو۔

سیرت قرآن کے آئینے میں

انسان کو رشد وہدایت کا راستہ دکھانے والی آخری کتاب نے آقائے دوجہاں ﷺ کے بارے میں اعلان فرمایا کہ۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ (سورۃ الاحزاب۔۲۱:۳۳)

ترجمہ۔ ''بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے''۔

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کو تمام بنی نوع انسان کیلئے نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہدایت ہی ہدایت ہے۔

آپ ﷺ احمد ہیں جو سب سے زیادہ حمدِ الٰہی کیلئے نغمۂ سخن ہیں۔

آپ ﷺ خدا پرست انسانوں کیلئے مبشر و بشیر ہیں۔

آپ ﷺ نیک و بد دونوں پر شاہد وشہید ہیں۔

آپ ﷺ راہِ حق سے بھٹکے ہوؤں کیلئے ہادی ہیں۔

آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں۔
آپ ﷺ جہالت کے لئے نور ہیں۔
آپ ﷺ نوع انسانی کے ہر ایک گوشۂ حیات کیلئے رؤف ورحیم ہیں۔
آپ ﷺ صادق الامین ہیں۔
آپ ﷺ کی بعثت عالمگیر ہے لہٰذا آپ ﷺ طٰہٰ ویٰس ہیں۔
آپ ﷺ آسمانِ نبوت کے سراجِ منیر ہیں۔
آپ ﷺ بارگاہِ خداوندی میں مصطفیٰ ومجتبیٰ ہیں۔
آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں نبی پاک ﷺ کی سیرت کو اپنی زبانی خود بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ مَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o (سورۃ الانبیاء۔۲۱:۱۰۷)

ترجمہ۔ ''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''......

اللہ رب العزت نے آنحضرت ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی پوری زندگی دوسروں کے لئے رحمت ہی رحمت تھی۔ آپ ﷺ کی رحمت مسلمانوں پر بھی برستی تھی۔ مشرکوں اور کافروں کے لئے بھی تھی۔ زندگی بھر آپ ﷺ نے کبھی کسی کو دکھ یا تکلیف نہیں پہنچائی۔ کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں کی۔ خاص کر آپ ﷺ مومنین پر بہت رحیم تھے۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ربانی ہے کہ۔

لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ
بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌo (سورۃ التوبہ۔۹:۱۲۸)

ترجمہ۔ ''(مسلمانو!) تمہارے پاس (اللہ کا) ایک رسول ﷺ آ گیا ہے جو تم ہی میں سے ہے تمہارا رنج وکلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہش مند ہے۔ وہ مومنوں کے لئے شفقت رکھنے والا ہے''۔

قرآنِ عزیز کے اس مقام پر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سیرت کے ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی امت سے بے انتہا محبت فرماتے ہیں انہیں کسی بھی تکلیف میں دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ یہ امت سے انتہا درجہ کی محبت اور اخلاص ہے نیز آقا ﷺ کی یہ خواہش ہے کہ ان کی امت ہمیشہ سکون وآرام میں رہے کیونکہ آپ ﷺ شفیق اور اخلاق عظیم کے مالک ہیں۔
اشاد ربّانی ہے کہ:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍo (سورۃ القلم۔۶۸:۴)

ترجمہ۔ ''بے شک اے محمد ﷺ آپ ﷺ حسن اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں''۔

کسی نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور انور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے انہوں نے کہا کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ جو کچھ قرآن میں ہے وہ حضور ﷺ کے اخلاق تھے۔

آنحضرت ﷺ نہایت ملنسار مہربان اور نرم گفتار کرنے والے تھے جب آپ ﷺ بولنا شروع کرتے تو ایسا لگتا کہ منہ سے لفظوں کے بجائے پھول اور موتی جھڑ رہے ہوں۔ یہی نرمی اور محبت بھری گفتار تھی جس کی بناء پر لوگ آپ ﷺ کے گرویدہ ہوجاتے اس پہلو کو اللہ رب العزت نے سورۃ آل عمران میں ان لفظوں میں بیان فرمایا۔

وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ o (سورۃ آل عمران۔۳:۱۵۹)

ترجمہ۔ ''اور اگر آپ ﷺ تندخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ سے دور ہٹ جاتے''۔

آپ ﷺ تمام زندگی لوگوں کو حق کی تعلیم دیتے رہے اس کے لئے آپ ﷺ نے ہر طرح کی تکلیفیں بھی اٹھائیں مگر لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانا نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ لوگوں کو بُرے کاموں کے انجام سے ڈراتے رہے اور حق کو اختیار کرنے کے انعامات بتاتے رہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو بشیر و نذیر کہہ کر پکارا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا o (سورۃ السبا۔۳۴:۲۸)

ترجمہ۔ ''اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے''۔

اس کے علاوہ صبر و تحمل، شکر گزاری، قناعت، شرم و حیاء سادگی، فیاضی، مہمان نوازی، صداقت، امانت، شجاعت، ملنساری، سخاوت، رواداری، توکل، عدل، انصاف، وعدہ کی پابندی، قول و فعل میں مطابقت، ذہانت، حکمت، خوش مزاجی، استقامت، مساوات، معافی، عجز، انکسار، صفائی و طہارت، تقویٰ یہ تمام خصائل حمیدہ مل کر آپ ﷺ کی سیرت بناتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ساری زندگی قرآنِ پاک کی عملی تفسیر تھی اور یہ بھی آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ آپ ﷺ چھوٹے بڑے سب سے محبت کرتے تھے۔ نہایت سخی تھے۔ امکان بھر سب کی درخواست پوری کرتے۔ تمام عمر کسی کے سوال پر ''نہیں'' نہیں کہا۔ خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ کی شادی ہوئی ان کے پاس ولیمے کا سامان نہ تھا حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ حالانکہ اس آٹے کے سوا شام کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ فیاضی اور دنیا کے مال سے لاتعلقی کا یہ عالم کہ گھر میں نقد کی قسم سے کوئی چیز بھی ہوتی تو جب تک وہ خیرات نہ کردی جاتی آپ ﷺ اکثر گھر میں آرام نہ فرماتے۔

غریبوں کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ ایسا ہوتا کہ ان کو اپنی غریبی کا احساس نہ ہوتا۔ ان کی مدد فرماتے اور ان کی دل جوئی کرتے۔ اکثر دعا مانگتے تھے کہ خداوند تعالیٰ مجھے مسکین زندہ رکھ مسکین اٹھا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر۔ آپ ﷺ مظلوموں کی فریاد سنتے اور انصاف کے ساتھ ان کا حق دلاتے، کمزوروں پر رحم کھاتے، بے کسوں کا سہارا بنتے، مقروضوں کا قرض ادا کرتے۔ آپ ﷺ بیماروں کو تسلی دیتے ان کو دیکھنے جاتے، دوست دشمن مومن و کافر کی اس میں کوئی قید نہ تھی۔ گنہگاروں کو

معاف کرتے، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر فرماتے، جانی دشمنوں پر قاتلانہ حملہ کرنے والوں سے بدلہ نہیں لیتے ۔ ایک بار ایک شخص نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا۔ صحابہؓ اس کو گرفتار کر کے سامنے لائے وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ڈر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ڈرو نہیں اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے بھی ہو تو بھی نہیں کر سکتے۔

آپ ﷺ ساری دنیا کیلئے رحمت بن کر آئے تھے اسی لئے کسی کے ساتھ بھی زیادتی اور ناانصافی کو پسند نہ فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ جانوروں کے ساتھ لوگ جو بے پرواہی برتتے تھے وہ بھی آپ ﷺ کو گوارا نہ تھا۔ آپ ﷺ کی نظر میں امیر غریب سب برابر تھے۔ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے الزام میں گرفتار ہوئی لوگوں نے حضرت اسامہؓ جن کو آپ ﷺ بہت چاہتے تھے ان سے سفارش کرائی حضور ﷺ نے سب سے فرمایا کہ ”تم سے پہلے کی قومیں اسی لئے برباد ہو گئیں کہ جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور جب معمولی آدمی جرم کرتا تو وہ سزا پاتا۔ اللہ کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹے جاتے“۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس آپ ﷺ کی خدمت میں گزارے مگر آپ ﷺ نے نہ کبھی ڈانٹا نہ مارا نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔ آپ ﷺ نے تمام عمر کبھی کسی کو نہ مارا۔

آنحضرت ﷺ نے جب وفات پائی تو حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی زرّہ تین سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گروی تھی جن کپڑوں میں وفات پائی ان میں اوپر تلے پیوند لگے ہوئے تھے۔ مزاج مبارک میں سادگی بہت تھی۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف پسند نہ تھا۔ جو سامنے آجاتا وہ کھالیتے۔ پہننے کے لئے جو موٹا چھوٹا مل جاتا اس کو پہن لیتے۔ زمین پر، چٹائی پر، فرش پر، جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے۔ صفائی کا خاص خیال رہتا۔ گفتگو ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔ ایک ایک فقرہ الگ ہوتا۔ کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے جو بات ناپسند ہوتی اس کو ٹال دیتے۔ زیادہ تر چپ رہتے۔ بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ ہنسی آتی تو مسکرا دیتے۔ زمانہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ ﷺ جیسے اوصاف و کمالات اللہ رب العزت نے کسی اور ہستی کو عطا نہیں فرمائے۔ آپ ﷺ پر لاکھوں درود سلام۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
پہنچے بلندی کو اپنے کمال سے

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
دُور کر دیا اندھیرے کو اپنے جمال سے

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
حسین ہیں اُن کی سب خصلتیں

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ
دُرود بھیجو اُن پر اور اُنکی آل پر

(شیخ سعدی)

مشق

1۔ ذیل میں دیئے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i آنحضرت ﷺ کی سیرت قرآن مجید کے آئینے میں بیان کیجئے۔

(ii آپ ﷺ کے خصائل وشمائل کو کن الفاظ میں بیان کیا ہے؟ تحریر کریں۔

2۔ خالی جگہ مناسب الفاظ سے پر کریں۔

(i آپ ﷺ اللہ سے بھاگے ہوؤں کیلیے .... ہیں۔

(حق ۔ داعی ۔ رحمت)

(ii حضرت .... فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا نہ مارا۔

(حضرت علیؓ ۔ حضرت زید بن حارثؓ ۔ حضرت انسؓ)

(iii آنحضرت ﷺ نوعِ انسانی کے ہر گوشۂ حیات کیلیے .... ہیں۔

(رؤف رحیم ۔ رحمٰن ورحیم ۔ صادق اور امین)

(iv آنحضرت ﷺ اپنے پسندیدہ عمل کو بھی اس لئے ترک فرما دیتے کہ کہیں وہ امت پر .... نہ ہو جائے۔

(واجب ۔ ضروری ۔ فرض)

(v قبیلہ .... کی ایک عورت پر چوری کے سلسلے میں آپ ﷺ نے حد جاری فرمائی۔

(اوس ۔ مخزوم ۔ بنو امیہ)

3۔ اشارہ ڈھونڈیئے۔

(i صبر وتحمل، شکر گزاری، شرم وحیا، صداقت وامانت اور قول وفعل میں مطابقت۔

(ii میں نے دس برس حضور ﷺ کی خدمت میں گزارے مگر آپ ﷺ نے کبھی نہ ڈانٹا نہ مارا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟

(iii آپ ﷺ کی زرّہ تین سیر جو پر ایک یہودی کے پاس گروی تھی۔

4۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i آنحضرت ﷺ کا اندازِ گفتگو کیسا تھا؟

(ii آپ ﷺ کی تعریف میں کیا اشعار کہے گئے؟

(iii آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کے متعلق حضرت عائشہؓ نے کیا فرمایا تھا؟

(iv قرآن مجید کی کس سورت میں آنحضرت ﷺ کو رؤف ورحیم کہا گیا ہے اور کیوں کہا گیا ہے؟

۲۔ مناقبِ اہلِ بیت اور صحابہ کرامؓ

(i) مناقبِ اہلِ بیت

مقاصد تدریس

اس سبق کی تکمیل کے بعد طلباء اس قابل ہو جائینگے کہ:

☆ طلبہ مناقبِ اہل بیت کے بارے میں آگاہی حاصل کرسکیں گے۔

☆ خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر گفتگو کرسکیں گے۔ ☆ اہلِ بیت کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ بنی نوع انسان کے سردار اور سب سے اعلیٰ و برتر مقام پر فائز ہیں۔ اس بات کی گواہی آنحضور ﷺ نے خود دی کہ:

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلاَ فَخْرَ

یعنی ''میں (محمد ﷺ) تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس میں فخر جتلانے کی بات نہیں''

لہٰذا آپ ﷺ نے جس خانوادے میں آنکھ کھولی اس کی افضلیت از خود سمجھ میں آجاتی ہے بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہ اصْطَفٰی کَنَانَۃَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِنْ کَنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِی ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِی مِنْ بَنِی ھَاشِمٍ. (مسلم ۲۲۷۶)

ترجمہ:...... ''اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ اور کنانہ سے قریش اور قریش سے اولاد ہاشم کو اور اولاد ہاشم سے مجھے چن لیا ہے۔

تاریخ عالم گواہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بہترین قبیلے اور سب سے اعلیٰ کنبے سے مبعوث کئے گئے۔ آپ ﷺ کی شرافت والے پاک اہل بیت اور آپ کے صحابہ کرامؓ تا قیامت خلق خدا کے امام، رہنما اور مقتداء ہیں۔

سرکار دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے:

ترجمہ: ''میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کے جا رہا ہوں ان کی پیروی کرتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت اور میری عترت۔

عترت سے بالاتفاق اہل بیت رسول اور آپ ﷺ کا خاندان مراد ہے۔

اہل بیت

دور جاہلیت میں اہل بیت سے مراد بیت اللہ کے باشندے ہوا کرتے تھے لیکن اسلام میں اہلِ بیت سے مراد

رسول اکرم ﷺ کی آلِ پاک ہے۔ آلِ رسول ﷺ یا اہلِ بیت کون ہیں۔

سورۃ احزاب میں ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًاo (سورۃ الاحزاب ۳۳)

ترجمہ: ''یقیناً اللہ تعالیٰ تم اہلِ بیت سے ناپاکی دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں پوری طرح پاک کرنا چاہتا ہے''۔

آیت مذکورہ میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور امہات المؤمنینؓ مراد ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلایا اور ان پر ایک چادر ڈال کر دُعا مانگی کہ:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِي فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَ طَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا۔ (ترمذی)

ترجمہ: ''اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ ان سے گندگی کو دور فرما۔ اور انہیں پاک کردے''۔

آیت مذکورہ اور احادیث کی روشنی میں مفسرین اور اہلِ علم نے ہاشم کی ساری مومن اولاد جن پر صدقہ حرام ہے اہلِ بیت قرار دیا ہے۔

اہلِ بیت کی تین اقسام ہیں:

۱۔ اہلِ بیت نسب

اس میں ہاشم کی وہ تمام اولاد داخل ہے جن کو ایمان کی سعادت حاصل ہوئی۔ مثلاً

الف) حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت اُمِ ہانیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت علیؓ اور ان سب کی اولاد۔

ب) حضرت نوفلؓ، حضرت ربیعہؓ، حضرت مفیدہؓ (ابوسفیان)، عبدالمطلب بن ربیعہؓ

ج) حضرت کی مومنہ پھوپھیاں: حضرت صفیہؓ، حضرت ارویؓ، حضرت عاتکہؓ، حضرت عقبہؓ، حضرت معتبؓ اور درّہؓ،

۲۔ اہلِ بیت سُکنٰی

اس میں آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہراتؓ اور امہات المؤمنینؓ شامل ہیں۔ یہاں چند امہات المؤمنین کا تذکرہ مختصر طور پر ہوگا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپؓ کا نام خدیجہ، کنیت اُمِّ ھِند اور لقب طاہرہ تھا، والد کا نام خویلد تھا، قبیلہ قریش سے تعلق تھا اور مکہ کے بڑے مالدار تاجر تھے۔ آپ بچپن ہی سے نہایت شریف النفس اور نیک طبع تھیں۔ والد کی وفات کے بعد اپنی خاندانی تجارت کو خود سنبھالا۔ حضرت خدیجہؓ کو حضرت محمد ﷺ کی صفاتِ حمیدہ اور اخلاقِ عالیہ کا علم تھا۔ اس لئے آپ ﷺ کو اپنا مالِ تجارت دے کر اپنے غلام میسرہ کو ساتھ روانہ کر کے بلادِ شام روانہ کیا۔ اپنے غلام میسرہ کی زبانی حالات سفر اور حاصل ہونے والے منافع کی تفصیلات

کا علم ہوا تو آپ ﷺ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوطالبؓ کے مشورے کے بعد اسے قبول فرمایا۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے پندرہ سال بعد آپ ﷺ نبوت سے سرفراز ہوئے تو آپؓ نے نہ صرف یہ کہ فوراً ایمان لا کر آپ ﷺ کی تصدیق فرمائی بلکہ عمر بھر آپ ﷺ کی بڑی مددگار بنی رہیں اور شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال کے طویل عرصے میں آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

حضرت خدیجہ کے فضائل

(الف) اپنی ساری دولت اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔

(ب) متعدد غلام آزاد کرا لئے۔

(ج) ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چار عورتوں کو دنیا کی تمام عورتوں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے۔

۱۔ حضرت مریم بنت عمران	۲۔ حضرت آسیہ زوجہ فرعون
۳۔ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد	۴۔ حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ

آپؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ بہت افسردہ تھے اور فرماتے تھے کہ خدیجہؓ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تمام لوگ میری نبوت سے انکاری تھے۔ میری اس وقت تصدیق فرمائی جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے۔ انہوں نے میری مالی مدد فرمائی اور اللہ نے مجھے ان کے بطن سے اولاد عنایت فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کے چھ بچے پیدا ہوئے جن میں دو صاحبزادے قاسم اور عبداللہ جبکہ چار صاحبزادیاں سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیہؓ، سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ۔

ایک روایت کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کے پاس برتن میں کچھ لا رہی ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کا اور میرا سلام ان تک پہنچا دیجئے۔

سیدہ حضرت سودہؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ آپؓ نے نبوت کے ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کیا تھا۔ سیدہ عائشہؓ اور سیدہ سودہؓ کے نکاح کی مدت میں زیادہ فرق نہیں لیکن سیدہ عائشہؓ سے عمر میں بڑی تھیں اس لئے گھریلو معاملات میں مشورہ دیتی اور معاونت فرماتیں۔ نہایت سخی اور ممتاز اخلاق کی مالک تھیں، اپنی ظرافت اور پاکیزہ مذاق کے ذریعے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کو محظوظ فرماتی اور اپنے باری کا دن حضرت عائشہؓ کو وقف کیا تھا۔

حضرت عائشہؓ

آپؓ کا نام عائشہ اور لقب صدیقہ اور حمیرا، کنیت اُم عبداللہ تھی۔ آپؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چہیتی صاحبزادی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں آپ ہی کنواری تھیں اور اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو دو مرتبہ خواب میں سیدہ عائشہؓ سے نکاح

کرنے کا اشارہ ملا۔ آپؓ کی مہر 500 درہم مقرر تھی اور نو سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ سیدہ عائشہؓ فطری طور پر نہایت بہادر اور دلیر تھیں۔ غزوۂ اُحد میں مدینہ سے میدان اُحد پہنچیں اور رسول اللہ ﷺ کے زخم دھوئے۔ زخمی غازیوں کو پانی پلانے کے لئے کمر پر مشکیزہ رکھ کر حالت اضطراب میں دلیری سے مشکیزہ بھر بھر کر لاتی تھیں۔

واقعہ افک کے سلسلے میں آیت براءت کا نزول آپؓ کی فضیلت اور عظیم شان کی دلیل ہے۔ ایک مرتبہ عمر بن عاصؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ دنیا میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہیں تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ عائشہؓ۔ انہوں نے کہا کہ میں مردوں میں پوچھ رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا عائشہؓ کے والد۔

جب جناب رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کے حجرۂ مبارک اور سیدہ عائشہؓ کی گود میں تھے۔

فضل و کمال

علمی حیثیت سے سیدہ عائشہؓ کو نہ صرف عورتوں پر بلکہ دوسری امہات المؤمنینؓ اور تمام صحابہؓ پر فوقیت حاصل تھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم کو کبھی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جس کو ہم نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا اور ان کے پاس سے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں۔ حضرت عروہ ابن زبیرؓ کا قول ہے کہ قرآن، فرائض، حلال و حرام فقہ شاعری، طب تاریخ عرب اور نسب کا عالم سیدہ عائشہؓ سے بڑھ کر اور کسی کو نہیں دیکھا۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ اگر تمام مردوں اور اُمہات المؤمنینؓ کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا۔ آپؓ کی وفات منگل کی شب ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ء میں ہوئی۔

اُم المؤمنین سیدہ زینبؓ

اُم المؤمنین سیدہ زینبؓ کا لقب ام المساکین ہے۔ آپؓ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوا جو طلاق کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ سیدہ زینبؓ نہایت عبادت گزاری اور سخی دل خاتون تھیں۔ فقراء، مساکین کو نہایت فیاضی سے کھلاتی تھیں۔ نکاح کے چند ماہ بعد آپؓ کا انتقال ہوا اور سیدہ خدیجہؓ کے بعد سیدہ زینبؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دستِ اقدس میں رخصت ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھوں مدفون ہوئیں۔

اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہؓ

آپؓ کا اصل نام ہند اور کنیت اُم سلمہ ہے۔ آپؓ کے والد ابو امیہ دولت مند اور سخی انسان تھے۔ بعثت نبوی کے ابتدائی عرصے میں مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ کا شرف حاصل ہے۔ ہجرت مدینہ میں بہت مصائب جھیلے۔ آپؓ کے پہلے شوہر ابو سلمہ بدری صحابی تھے اور غزوۂ احد میں زہریلے تیر لگنے سے شدید زخمی ہوئے اور اسی کی وجہ سے ۴ ہجری کو وفات پائے۔ ابو سلمہ کی تعزیت پر رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہؓ سے فرمایا کہ ان کے لئے دعا خیر مانگو اور اللہ سے مانگو کہ وہ آپؓ کو ابو سلمہؓ

سے بہتر شخص عطا فرما دے اور اُم سلمہؓ سوچا کرتی تھیں کہ ابو سلمہؓ سے بہتر شخص اور کون ہوسکتا ہے حتیٰ کہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں اور ہمیشہ زہد وتقویٰ کی زندگی گزاری۔ ازواج مطہرات میں فضائل وکمال کے اعتبار سے سیدہ عائشہؓ کے بعد آپؓ کا درجہ تھا۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات جن میں اُم المؤمنین سیدہ زینبؓ بنت جحش، اُم المؤمنین سیدہ جویریہؓ بنت حارث، اُم المؤمنین سیدہ اُمِ حبیبہؓ، اُم المؤمنین سیدہ صفیہؓ، اُم المؤمنین سیدہ میمونہؓ بنت حارث، اُم المؤمنین سیدہ ریحانہؓ بنت شمعون اور اُم المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہؓ شامل ہیں۔ سب آپ ﷺ کے اہل بیت اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے ہدایت کے روشن مینار ہیں۔

۳۔ اہلِ بیت ولادت

اس میں حضور ﷺ کی تمام اولادِ اطہار داخل ہیں۔ جن میں آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسمؓ، حضرت عبداللہؓ اور حضرت ابراہیمؓ، آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُم کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ شامل ہیں۔

مناقب' منقبت کی جمع ہے اس سے مراد ان پاک ہستیوں کی تعریف وفضیلت بیان کرنا ہے جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے خاندان اور صحابہ کرام سے ہو۔ قرآنِ مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں آپ کے اہلِ بیت کے اجتماعی اور انفرادی فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حضرت علیؓ

بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ مسلمانوں کو فتح عطا کرے گا اور وہ شخص اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں''۔ چنانچہ اگلی صبح آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر عَلَم ان کے ہاتھ میں دیا۔ حالانکہ حضرت سہیلؓ فرماتے ہیں کہ ہم سب لوگ صبح سویرے اس امید سے رسولِ کریم ﷺ کے پاس گئے کہ یہ فضیلت اور عظیم منقبت ہمیں ملے گی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ

کتاب المناقب میں امام بخاری کی روایت ہے کہ:

فاطِمۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ

ترجمہ: ''فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں''

سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ

کے متعلق امام ترمذی حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں کو

دیکھ کر فرمایا کہ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا

ترجمہ: ''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ان سے محبت فرما''۔

مسند امام احمد ابن حنبل میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

اَلۡحَسَنُ و الۡحُسَیۡنُ سَیِّدَا شَبَابِ اھلِ الۡجَنَّةِ

ترجمہ: ''حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''

حضرت زینبؓ

آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ ﷺ ان سے بے حد پیار کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''زینب میری سب سے اچھی بیٹی ہے جو میری محبت میں کافروں کے ہاتھوں ستائی گئی''۔

حضرت رقیہؓ

رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادیؓ جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر مصیبتیں جھیلیں۔ اسی وجہ سے طلاق ہوئی اور دوبار ہجرت فرمائی۔ ایک بار حبشہ کی طرف' دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو ایک روز مخاطب کر کے کہا کہ ''ابوبکرؓ، حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد حضرت عثمان وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کفار کی ایذا رسانی کے باعث اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی کے بعد حضرت عثمانؓ اور رقیہؓ دوسرے شخص ہیں جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں۔

مشق

1۔ مختصر جواب دیں۔

(i اہلِ بیت کی لفظی تحقیق لکھیں۔

(ii قرآن کی کس آیت میں اہلِ بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں؟

(iii آپ ﷺ کو اپنے اہلِ بیت میں سے کون زیادہ محبوب تھے؟

(iv حضرت زینبؓ کے متعلق آپ ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟

(v آپ ﷺ کی کس صاحبزادی نے دوبار ہجرت کی سعادت حاصل فرمائی؟

(vi سیدۃ نساء اہل الجنۃ کون ہیں؟

(vii جنت کے نوجوانوں کے سردار کون کون ہیں؟

(viii غزوۂ خیبر میں آپ ﷺ نے علَم کس کو عطا کیا تھا؟

(ix اہلِ بیت کی تین اقسام کون سی ہیں؟

(x رسولِ کریم ﷺ نے امت میں کون سی دو اہم چیزیں چھوڑی ہیں؟

2۔ (الف) قرآن وسنت سے ثابت کریں کہ صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت اور امت کے صالحین اپنے اعمال کے مطابق خیرِ امت میں شامل ہیں۔

(ب) سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدنا حضرت حسینؓ کی تفصیلی منقبت بیان فرمائیں۔

(ج) اہلِ بیت نسب میں کون کون شامل ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔

3۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(i اللھم ھولاءِ اھلُ بَیْتِی .... و طَھِّرْ ھُمْ تطھِیْرًا۔

(ii آپ ﷺ کے تین صاحبزادے تھے۔..................، ....اور حضرت عبداللہؓ۔

(iii آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔..................، ....، ....اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ۔

4۔ درست جواب کی نشاندہی کریں۔

(i منقبت

(الف) مرنے کے بعد کسی کی تعریف کرنے

(ب) اشعار میں تعریف کرنے

(ج) رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہستیوں کی تعریف کو کہتے ہیں

(ii جنت کے نوجوانوں کے سردار:

(الف) حضرت بلالؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ ہیں

(ب) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہیں

(ج) حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ہیں

(iii آپ ﷺ نے فرمایا کہ زینب میری سب سے اچھی بیٹی ہے:

(الف) کہ وہ میری زیادہ خدمت کرتی ہیں (ب) روزے زیادہ رکھتی تھی

(ج) میری محبت میں کافروں کے ہاتھوں ستائی گئی

(iv غزوہ خیبر میں آپ ﷺ نے فتح کا علَم:

(الف) حضرت علیؓ کو دیا (ب) حضرت خالدؓ کو دیا (ج) حضرت حسینؓ کو دیا

(ii) عشرہ مُبشرہ

مقاصد تدریس

اس سبق کی تکمیل کے بعد طلباء اس قابل ہو جائینگے:

☆ طلباء عشرہ مبشرہ کا مفہوم جان سکیں گے۔ ☆ طلباء ان صحابہ کا تعارف بیان کر سکیں گے۔

عربی میں عشرہ کے معنی دس اور مبشرہ کے معنی ہیں بشارت دیئے گئے' خوشخبری دیئے گئے۔ ان سے مراد وہ دس جلیل القدر خوش قسمت صحابہ کرام ہیں جن کو حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔

حضور ﷺ کے سارے صحابہ کرامؓ ہدایت یافتہ تھے۔ سب نے بڑھ چڑھ کر راہِ اسلام میں قربانیاں دیں۔ گروہ صحابہؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود قرآنِ مجید میں فرمایا کہ "اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے"۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے دس ایسے ہیں جن کو حضور ﷺ نے دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی۔ ان صحابہ کو "عشرہ مبشرہ" کا نام دیا گیا۔ عشرہ مبشرہ میں درج ذیل صحابہ شامل ہیں:

ا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور صدیق و عتیق لقب تھا۔ آپؓ کے اسلام لانے سے پہلے نام عبدالکعبہ تھا۔ آپؓ کے والد ماجد کا نام عثمان تھا اور کنیت ابو قحافہ تھی۔ والدہ کا نام سلمٰی اور کنیت اُم الخیر تھی۔ آپ قریش کے ممتاز خاندان بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ چھٹی پشت پر آپؓ کا نسب آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپؓ کا مزاج رسول اللہ ﷺ کے مزاج سے ملتا تھا اس لئے بچپن ہی سے دونوں میں دوستی اور محبت کا تعلق تھا۔ اسلام لانے سے پہلے بھی شرک و بت پرستی اور جاہلیت کے رسم و رواج سے نفرت کرتے تھے۔ آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اسلام لانے کے بعد آپ نے اپنی جان اور مال دونوں کو اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ جاں نثاری اور وفا شعاری کی عمدہ مثال پیش کی۔ ہجرت کے سفر میں آپ ﷺ کے ساتھی تھے اور غارِ ثور میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ مدینہ پہنچے تو تمام غزوات میں شامل رہے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا سارا ساز و سامان لا کر راہِ خدا میں حاضر کر دیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد پہلے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے دورِ خلافت میں کئی فتنوں نے سر اٹھایا۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار' زکوٰۃ کے منکرین اور اسلام سے پھر جانے والے لوگ اسلام کے لئے خطرہ بن کر اٹھے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جرأت اور استقامت سے کام لے کر ان سب پر قابو پا لیا۔ آپ نے نہ صرف خلافت کے نظام کو قائم کیا بلکہ اسے استحکام بخشا اور اسلامی فتوحات کا عظیم الشان سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے دو سال تین ماہ خلافت کی ذمہ داریاں نبھانے کے بعد انتقال کیا۔ آپ کو حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اسلام کے لئے آپ کی خدمات کا اعتراف حضور ﷺ نے ان الفاظ میں کیا "میں نے سب کے احسانات کا بدلہ زندگی میں چکا دیا لیکن ایک ابوبکرؓ ہیں جن کے احسانات کا بدلہ باقی ہے جو قیامت میں چکایا جائے گا"۔

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت محمد ﷺ کے دوسرے خلیفہ اور معتمد ساتھی حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔اسلام لانے سے پہلے علم و دانش اور جرأت وشجاعت میں مشہور تھے۔حضور ﷺ کی دعا کے نتیجے میں اسلام لائے۔ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی۔ہجرت کے موقع پر انہوں نے کافروں کو للکار کر مکہ سے روانگی اختیار کی۔ مدینہ میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور تمام جنگوں میں شرکت کی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد آپ دوسرے خلیفہ مقرر ہوئے۔آپ نے مثالی نظام حکومت قائم کیا اور فتوحات کا دائرہ وسیع کردیا۔سادہ زندگی گزارتے تھے مگر دنیا آپ کا نام سن کر کانپتی تھی۔حضور ﷺ کا آپ کے بارے میں ارشاد تھا۔ ''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا''۔۲۳ہجری میں ایک آتش پرست غلام ابولؤلؤ فیروز نے آپ کو شہید کر دیا۔آپ کو حضور ﷺ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفان حضور ﷺ کے ساتھی اور داماد تھے۔حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی تو ایمان لانے میں دیر نہیں کی۔آپؓ بہت نیک، سخی اور باحیاء تھے۔آپ نے اپنی دولت اسلام کی راہ میں خرچ کی اور غنی کہلائے اور حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔اس لئے ذی النورین کہلائے۔حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے اتفاق رائے سے آپ خلیفہ ہوئے۔آپ کے دور میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔قبرص، شمالی افریقہ، طرابلس اور ایران کے کچھ مزید علاقے فتح ہوئے۔بحری بیڑے کا قیام آپ کے دور کا عظیم کارنامہ ہے۔آپکے دور میں فتنوں نے سر اٹھایا۔آپ کی نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شر پسندوں نے آپ کے گھر میں گھس کر آپ کو ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ہجری میں شہید کر دیا۔آپؓ کو کاتبِ وحی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور جامع القرآن ہونے کا بھی۔

۴۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت علیؓ بن ابی طالب حضور ﷺ کے چچا زاد تھے۔کم عمری میں اسلام لائے۔آپ ﷺ کے داماد بھی تھے۔بچپن حضور ﷺ کے زیرِ سایہ گزارا تھا۔حضور ﷺ کی ہجرت کے موقع پر رات حضور ﷺ کے بستر پر گزاری اور صبح کفار کی امانتیں واپس کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔تمام غزوات اور اسلامی جنگوں میں شریک رہے۔جنگِ بدر، خندق اور اُحد میں بہادری کے کارنامے دکھائے اور خیبر کا ناقابلِ تسخیر قلعہ فتح کیا۔حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ اور امیر المومنین بنے۔یہ بڑا نازک وقت تھا۔حضرت عثمانؓ کے دور میں جو فتنے اُٹھے تھے انہوں نے ایک اور رُخ اختیار کرلیا۔آپ کا بیشتر وقت انہی فتنوں کو مٹانے میں صرف ہوا۔زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔فصاحت و بلاغت میں بے مثال تھے۔بے مثال جرأت وشجاعت کے باعث شیرِ خدا کہلائے۔رمضان المبارک سن ۴۰ ہجری میں ایک خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم کے ہاتھوں کوفہ کی مسجد میں شہید ہوئے۔

۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوعبیدہ اوائلِ اسلام میں ایمان لائے۔ حبشہ اور مدینہ کی ہجرت میں شریک تھے۔ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ جنگِ بدر میں اپنے والد کو جو کافر تھے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضور ﷺ نے آپؓ کو امین الامت کا خطاب دیا۔ آپؓ بزرگ صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپؓ اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔ عراق، شام اور مصر کے علاقے آپؓ نے فتح کیے۔ آپؓ حد درجہ متقی اور متواضع تھے۔ آپؓ نے کئی احادیث بھی روایت کی ہیں۔

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سترہ برس کی عمر میں اسلام لائے۔ آپؓ حضور ﷺ کی والدہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ ایمان لائے تو آپ کی والدہ سخت ناراض ہوئیں اور قسم کھائی کہ جب تک سعد اپنا دین ترک نہ کردے میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی۔ مگر آپ نے اس مطالبے کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ مجاہد و فاتح تھے' تمام جنگوں میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ غزوہ اُحد کے دن ایک ہزار تیر چلائے۔ حضور ﷺ نے آپ کے حق میں دُعا کی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی فوجوں کی قیادت کی۔ عراق اور ایران میں فتوحات حاصل کیں۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے عراق کے گورنر رہے اور حضرت عثمانؓ نے بھی آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ آپ بہادر' سچے اور منصف مزاج تھے۔ احادیث بھی روایت کیں۔ صحابہ میں ممتاز اور عوام میں مقبول تھے۔

۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ ان آٹھ آدمیوں میں تھے جو آغازِ اسلام میں ایمان لائے۔ حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں حصہ لیا۔ غزوۂ اُحد میں کئی زخم کھائے' دانت بھی جاتے رہے اور پاؤں میں نقص آ گیا۔ ۵ ہجری میں حضور ﷺ کے حکم پر دومتہ الجندل جا کر دشمن کے لشکر کو مدینہ پر چڑھائی سے روکا اور ان پر فتح حاصل کی۔ آپ کاروبار کرتے تھے اور بہت مالدار تھے۔ امانت و دیانت اور سخاوت کے پیکر تھے۔ وفات کے بعد بے انتہا دولت چھوڑی۔ جو آپ کی بیویوں اور غرباء و مساکین میں تقسیم کی گئی۔ ایک سفر میں نبی ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ ایک دوسرے سفر کے موقع پر حضور ﷺ نے انہیں مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر چھوڑا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے اپنی جانشینی کے لئے جو چھ نام تجویز کئے تھے ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نام بھی شامل تھا۔ آپ بہت مدبر تھے۔ کئی احادیث بھی روایت کیں۔

۸۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نوجوانی میں ایمان لائے اور اسلام کی راہ میں بے پناہ مشکلات برداشت کیں۔ آپ کے چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے اور اذیتیں دیتے۔ مگر آپ کی ثابت قدمی میں ذرہ برابر فرق نظر نہ آتا۔ حضور ﷺ نے آپؓ کے بارے میں

فرمایا ''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرا حواری زبیرؓ ہے''۔ اس لئے آپ حوارِیِ رسول کہلائے۔ آپؓ کی والدہ صفیہ بنتِ عبدالمطلب حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی بہن اسما بنت ابوبکرؓ حضرت زبیر کی بیوی تھیں۔ آپؓ کو حضور ﷺ سے اور حضور ﷺ کو آپؓ سے بڑی محبت تھی۔ آپ کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جس نے حضور کی محبت میں زخم نہ کھایا ہو۔ آپؓ ان چھ صحابہ میں تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے قبل خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں آپ فوج کے ایک حصے کے سالار تھے اور فتحِ مصر میں شریک تھے۔

۹۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ کے نتیجہ میں مسلمان ہوئے۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگِ اُحد میں حضور ﷺ غار میں گر گئے تو حضرت طلحہؓ نے پیٹھ آگے کر دی۔ حضور ﷺ ان کی پیٹھ پر پاؤں رکھ کر اوپر آئے اور فرمایا ''طلحہؓ پر جنت واجب ہوگئی''۔ جنگِ اُحد میں جو تیر حضور ﷺ کی طرف آتے حضرت طلحہؓ انہیں اپنے ہاتھوں پر روک لیتے۔ اس دن آپ کو ۷۵ زخم لگے جن میں سے ۲۴ ہاتھوں پر لگے تھے۔ آپؓ ان صحابہ میں تھے جن کو حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت خلافت کے لئے پیش کیا تھا۔ آپؓ ایک ممتاز تاجر اور سخی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو ایمان کی دولت کے ساتھ دینوی مال و دولت سے بھی مالا مال کیا تھا۔

۱۰۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ آغازِ اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ آپؓ حضرت عمر فاروقؓ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ آپ کی بیوی تھیں۔ یہی فاطمہؓ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا سبب بنی تھی۔ جب حضرت عمرؓ حضور ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے اور آپکے گھر گئے تو اپنی بہن کی قوت ایمانی اور ثابت قدمی سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعیدؓ عالم و فاضل اور اسلام کے غازی تھے۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اسلام کے فدائی اور حضور ﷺ کے شیدائی تھے۔

مشق

1۔ درج ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

i) عشرہ مبشرہ سے کیا مراد ہے؟ بیان کریں۔

ii) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کس طرح حضور ﷺ کا ساتھ دیا؟

iii) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کی اسلام کے لئے خدمات بیان کریں۔

(iv عشرہ مبشرہ میں جو صحابہ شامل ہیں انہیں یہ خصوصی انعام کس وجہ سے ملا؟

(v حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

(i سفرِ ہجرت میں آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔

(الف) ابوہریرہؓ (ب) بلال حبشیؓ (ج) ابوبکر صدیقؓ

(ii حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں درجہ ذیل فتنہ نے سر اٹھایا تھا:

(الف) فتنہ ارتداد (ب) انکار حدیث (ج) ترک صلوٰۃ

(iii آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو:

(الف) حضرت علیؓ ہوتے (ب) حضرت عثمانؓ ہوتے (ج) حضرت عمرؓ ہوتے

(iv حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا:

(الف) ۱۵ رمضان المبارک ۵ ہجری (ب) ۱۸ ذالحجہ ۳۵ ہجری

(ج) ۱۶ شوال ۲۵ ہجری

(v حضرت علیؓ کے ہاتھوں اللہ نے فتح کیا:

(الف) قلعہ خیبر (ب) قلعہ نجران (ج) قلعہ بالا حصار

3۔ مختصر جواب لکھیں۔

(الف) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے کس غزوہ میں کس کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا تھا؟

(ب) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کس غزوہ میں ایک ہزار تیر دشمنوں پر برسائے تھے؟

(ج) حضرت عمرؓ نے اپنی وفات سے پہلے کن چھ صحابہ کرام کے نام جانشینی کے لئے تجویز فرمائے تھے؟

(د) حواری رسول ﷺ کس صحابی کو کہا جاتا ہے؟

(ہ) جنگ اُحد میں جو تیر حضور ﷺ کی طرف آتے کون سے صحابی اسے اپنے ہاتھوں پر روک لیتے تھے؟

(ج) اخلاق و آداب

ا۔ احترامِ انسانیت

مقاصد تدریس

اس سبق کے مطالعہ کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ احترامِ انسانیت کے حوالے سے اسلام کی تعلیمات کو بیان کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔
- ☆ اسلام سے قبل کے حالات کا جائزہ اور انسان کی تباہی کا منظر پیش کر سکیں گے۔
- ☆ احترام انسانیت کے اصول کو اپنا کر عملی زندگی میں اس پر کاربند ہونے کا جذبہ ملے گا۔

انسان کو ربّ کائنات نے تمام مخلوقات پر اپنے فضل سے برتری اور فضیلت عطا کر کے اسے اشرف المخلوقات بنا دیا۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ روئے زمین پر بہت بڑی تعداد میں مصلحین، خطباء، فلسفی، حکمران، بادشاہ، جنگجو فاتحین اور مقننین گزرے ہیں۔ جنھوں نے نقشۂ حیات کو بار بار زیروزبر کیا ہے لیکن ان سب کی تعلیمات کارناموں اور ان کے پیدا کردہ نتائج کو دیکھتے ہیں تو اگر کہیں خیر وفلاح دکھائی دیتی ہے۔ تو وہ جزوی قسم کی ہے۔ اُن کے اثرات زندگی کے ایک گوشے پر اُبھرتے ہیں۔ پھر خیر وفلاح کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے مفاسد ترکیب پاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

انبیاء کرام کے ماسوا کوئی عنصر تاریخ میں ایسا دکھائی نہیں دیتا جو انسان کو اندر سے بدل چکا ہو اور انسان کو کرامت اور احترام کے بلند مقام پر پہنچا سکا ہو۔

اللہ کے آخری رسولﷺ کا ظہور ایسے حالات میں ہوا جبکہ پوری انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ہر طرف وحشت کا دور دورہ تھا۔ شرک اور بت پرستی کی لعنت نے معاشرے کا ستیاناس کر رکھا تھا۔

مصر، ہندوستان، بابل، نینوا، یونان اور چین کی تہذیبیں انسانیت کی خدمت نہ کر سکنے کے باعث نابود ہو چکی تھیں اور روم وفارس کی تہذیبوں کی ظاہری چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی۔ مگر ان شیش محلوں کے اندر بدترین مظالم کا چلن تھا۔ جس کے سبب انسانیت کے زخموں سے تعفن اُٹھ رہا تھا۔ بادشاہ خدا بنے ہوئے تھے اور لوگوں سے بھاری ٹیکس، رشوتیں، خراج اور نذرانے لے کر ان کا گلا خوب دبوچ رہے تھے اور ان سے جانوروں کی مانند بیگاریں لے رہے تھے۔ عوام کے مسائل اور مصیبتوں سے ان کی کوئی دلچسپی اور ہمدردی نہ تھی اور نہ ان کے پاس ان مسائل کا کوئی حل تھا۔ ان بالادست طبقوں کی عیاشیوں اور نفس پرستیوں نے اخلاقی روح کو ہلاک کر دیا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ رومی اور ایرانی سلطنتوں کے باہمی ٹکراؤ سے انسانیت بُری طرح پامال ہو رہی تھی۔ ایرانی غالب آتے تو پھر کلیسا آتش کدے بن جاتے، رومی غلبہ پاتے تو آتش کدے کلیساؤں میں تبدیل ہو جاتے۔ نتیجے میں مفتوحین کو جبری تبدیلی مذہب سے گزرنا پڑتا یا منافقت اختیار کرتے۔ تشدد کی اس خوفناک فضا میں صدائے احتجاج بلند کرنا محال تھا۔ تلخ احساسات رکھنے کے باوجود انسان کو ضمیر کی آزادی کسی درجہ حاصل نہ تھی۔ انسانیت بازاروں میں بک رہی تھی۔ بچیاں زندہ درگور ہو رہی تھیں، شراب زنا اور جوئے سے ترکیب پانے والی

جاہل ثقافت زوروں پر تھی۔ مکہ اور طائف کے مہاجنوں نے سود کے جال پھیلا رکھے تھے۔ حاصل مدعا یہ کہ انسان خواہش پرستی کی ادنیٰ سطح پر گر کر درندوں اور چوپایوں کی شان سے جی رہا تھا۔

نورِ اسلام کا ظہور

مشیّتِ الٰہی سے خلقِ خدا کے لئے نجات دھندہ اور انسانیت کو صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے اور انسان کو احترام کا مقام دلانے کیلئے حضور ﷺ کی بہترین ہستی کا انتخاب ہوتا ہے۔ آپ کی دعوت نے اجتماعی انسان کو اندر سے بدل دیا اور صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لیکر بازار تک' مدرسے سے لیکر عدالت تک' گھر سے لیکر میدانِ جنگ تک چھا گیا۔ ذہن بدل گئے' خیالات کی رَو بدل گئی' نگاہ کا زاویہ تبدیل ہوا' عادات واطوار بدل گئے۔ خیر وشر کا معیار اور جائز وناجائز کے پیمانے تبدیل ہوئے' حقوق وفرائض کی تقسیمیں' صلح وجنگ کے اسالیب' معیشت اور معاشرت کے طریقے تبدیل ہوئے۔ تمدن کے ایک ایک شعبے کی کایا پلٹ گئی۔ ہر طرف خیر وفلاح' تعمیر وارتقاء اور بناؤ ہی بناؤ تھا۔ کسی جانب فساد نہ تھا' کسی گوشے میں بگاڑ نہیں رہا اور ایک بار پھر انسان کو احترام وتکریم کی فضا میسر ہوئی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ. (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷:۷۰)

ترجمہ: ''اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو کرامت اور شرافت عطا فرمائی''

اسی آیت میں ارشاد ہے:

وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً

ترجمہ: ''اور ہم نے انہیں (بنی آدم) کو بہت ساری دیگر مخلوقات پر برتری اور فضیلت بخشی''

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۰ میں فرماتے ہیں:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ: ''اور یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ (نائب) مقرر کرنے والا ہوں''

خلافت کے منصب سے نوازنے اور علم کی دولت سے مالا مال کرنے کے بعد اسے فرشتوں کا مسجود ٹھہرایا اور زمین پر بھیجنے کیساتھ ساتھ انسان کو شُتر بے مہار کی طرح نہ چھوڑا بلکہ اسے ہدایت کی عظیم نعمت سے بھی نوازا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ o (سورۃ البلد۔۱۰)

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھا دیئے'' (یعنی ہم نے انسان کو خیر وشر اور حق وباطل میں تمیز کی صلاحیت بھی عطا کی اور دونوں راہیں ان کے سامنے کھول دیں)

الغرض اسلام اور قرآن نے انسان کو وہ احترام بخشا جس کی تفصیلات پر ضخیم کتابیں لکھ کر بھی گنا نہیں جاسکتا۔ البتہ یہاں ہم چند پہلوؤں پر اختصار سے روشنی ڈالتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے تو اسلام نے انسان کو جینے کا مکمل حق دیا۔ بلکہ ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کے قتل کرنے کا مترادف قرار دیا۔

۲۔ ہر انسان کی عزت و آبرو کو محفوظ اور محترم قرار دیا۔

۳۔ ہر انسان کے مال و دولت اور حق ملکیت کو تحفظ دیا۔

۴۔ مسلمان کیا، ذِمّی کو بھی مساویانہ حقوق شہریت عطا کئے۔

۵۔ غلامی کی مکروہ رسم کو توڑ کر بہت ساری عبادات اور معاملات میں غلام کی آزادی کو بطور کفارہ لازم قرار دیا۔

۶۔ قتل کرنے کی صورت میں صرف قاتل سے بدلہ لینے کا اصول دیا۔ قاتل کے دوسرے رشتہ داروں کو اس جرم کی سزا دینے سے منع فرمایا۔

۷۔ عورت کو جینے کا حق دیا۔ اُسے زندہ درگور کرنے کے بجائے اس کی پیدائش کو باعث رحمت قرار دیا اور ماں کے قدموں تلے جنت قرار دے کر عظیم شان عطا کی۔

۸۔ دو بچیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کو جہنم سے آزادی کا پروانہ قرار دیا۔

۹۔ عورت کو میراث میں حصہ دار ٹھہرایا۔ ملکیت کا حق دیا اس کی شہادت اور رائے کو بہت سے امور میں معتبر قرار دیا۔

۱۰۔ ہدایت کے سرچشمے سے سیرابی کا موقع ہر فردِ بشر کو فراہم کیا۔

۱۱۔ فضیلت و برتری کے معیار کو تقویٰ کی بنیاد پر رکھ کر لسانی، نسلی، گروہی اور جغرافیائی تعصّبات کو روند ڈالا۔

۱۲۔ سود، شراب، جوئے، زِنا اور عصمت دری کو بدترین جرم قرار دے کر ہر انسان کو کسبِ حلال کے جائز مواقع تلاش کرنے کی تعلیم دی اور عفت و حیاء کی زندگی گزارنے کی ترغیب دی۔

مشق

1۔ مندرجہ ذیل کے تفصیلی جوابات مطلوب ہیں

(i احترام انسانیت سے کیا مراد ہے؟ تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

(ii اسلام سے قبل انسانیت جن حالات سے دوچار تھی اس کی تفصیل بیان کریں۔

(iii دوسری تہذیبوں کے مقابلے میں اسلام نے انسان کو کس طرح اعزاز و تکریم سے نوازا۔

(iv اسلام نے کون سے بنیادی حقوق انسان کو دیئے۔

(v عورت کو اسلام نے کیا احترام دیا ہے؟

2۔ درست جواب تلاش کر کے خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) انسان کو زمین پر بھیجنے کے بعد اُسے.................۔

(ہدایت دی ۔ شتر بے مہار کی طرح چھوڑا)

(ب) اسلام نے برتری اور فضیلت کا معیار.................کو قرار دیا ہے۔

(انسانیت ۔ عصبیت ۔ تقویٰ)

(ج) غالب انسانی تہذیبوں کے باعث مفتوحین.................۔

(رائے کا اظہار کر سکتے تھے ۔ منافقت سے کام لیکر خاموش ہو جاتے ۔ مذہب تبدیل کر جاتے)

3۔ مختصر جواب دیں۔

(الف) اسلام نے فضیلت اور برتری کا معیار کس چیز کو قرار دیا ہے؟

(ب) کیا قتل کے مجرم کے بدلے اس کے رشتہ دار کو اسلام میں قتل کرنے کی اجازت ہے؟

(ج) دین اسلام کے علاوہ کوئی اور نظام عدل و امن کا ضامن ہو سکتا ہے؟

4۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

i) اسلام نے تعلیم دی ہے۔

(الف) عصبیت کی (ب) لسانی اور گروہی تعصب کی (ج) اتحاد و یگانگت کی

ii) انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری حاصل ہے:

(الف) ذہانت کی وجہ سے (ب) علم کے سبب (ج) کثرت کی وجہ سے

iii) دین اسلام نے عورت کو دیا ہے۔

(الف) عزت کا مقام (ب) غربت کا مقام (ج) شہرت کا مقام

۲۔ سلام کے آداب

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ سلام کے آداب اور اہمیت سے واقف ہونگے۔

☆ سلام کی معاشرے میں اہمیت کے موضوع پر اظہارِ خیال کے قابل ہو جائیں گے۔

سلام عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں سلامتی، عافیت اور خیر خواہی۔ جب اس پر الف لام کا اضافہ کر کے السلام بنا دیا جائے تو اس کے مفہوم میں وسعت آجائے گی۔ یعنی اس سے مراد ہر طرح کی سلامتی ہوگی۔ خواہ وہ دین و ایمان یا جان و مال کی سلامتی ہو یا عزت و آبرو کی سلامتی یا صحت و تندرستی اور امن و خوشحالی ہو سب شامل ہے۔

قرآن و حدیث میں السلام علیکم کہنے کی بہت اہمیت اور فضیلت بیان ہوئی ہے بلکہ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ دینِ اسلام نے پہلی مرتبہ اسے رواج دیا کہ جب بھی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے تو اپنے تعلق اور مسرت کا اظہار کرنے کے لئے السلام علیکم کہے۔ یہ الفاظ کہہ کر آپ اپنے ملنے والے کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر قسم کی سلامتی اور عافیت سے نوازے، اللہ تمہارے جان و مال کو سلامت رکھے، گھر بار کو سلامت رکھے، دین و ایمان کو سلامت رکھے، دنیا بھی سلامت رہے اور آخرت بھی سلامت رہے۔ اللہ تمہیں ان سلامتیوں سے نوازے جو میرے علم میں ہیں اور ان سلامتیوں سے نوازے جو میرے علم میں نہیں۔ تم میری طرف سے کوئی اندیشہ محسوس نہ کرنا۔ میرے طرزِ عمل سے کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔

ان الفاظ کے جواب میں دوسرا مسلمان بھائی وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کے الفاظ کے اضافے کے ساتھ کہے گا۔ اس کا بھی وہی معنی ہے بلکہ اس کے لئے اللہ کی رحمت کی دعا بھی دی جاتی ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی چاہتا ہوں۔

سلام کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن پاک میں ہے:

وَ اِذَا جَاءَ کَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ. (سورۃ انعام۔۶:۵۴)

ترجمہ:۔ ”اے نبی جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہیئے السلام علیکم“

اس آیت میں نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے بالواسطہ امت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مسلمان جب بھی مسلمان سے ملے تو دونوں آپس میں محبت و مسرت کے جذبات کا تبادلہ کریں اور اسکا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے سلامتی و عافیت کی دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً. (سورۃ النور۔۲۴:۶۱)

ترجمہ: ''پس جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو۔ دعائے خیر خدا کی طرف سے تعلیم کی ہوئی بڑی ہی بابرکت اور پاکیزہ''۔

۱۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے تاکید فرمائی کہ پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والوں کے لئے خیر و برکت کی بات ہے۔(ترمذی)

۲۔ حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کہ جب دو مومن ملتے ہیں اور مصافحے کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے سوکھے پتے۔(طبرانی)

۳۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب مسلمان بھائی سے ملے تو اس سے سلام کرے۔(مسلم)

کتاب وسنت کی ان واضح ہدایات کے ہوتے ہوئے مومن کے لئے کس طرح جائز نہیں کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر اظہارِ محبت کے لئے دوسرے طریقے اختیار کرے۔

سلام کے آداب

قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں درج ذیل آداب کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ ''جب تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی سے ملاقات کرے تو اس سے سلام کہے''

۲۔ کسی سے ہمکلام ہوتے ہوئے یا مکاتبت کرتے ہوئے ہمیشہ اسلامی طریقے پر سلام کیجئے۔ سوسائٹی میں رائج دوسرے الفاظ اور طریقوں سے اجتناب کیجئے۔

۳۔ ہر مسلمان کو سلام کیجئے۔ چاہے اس سے پہلے سے تعارف و تعلق ہو یا نہ ہو۔

۴۔ چھوٹے بچوں کو سلام کیجئے۔ یہ بچوں کو سکھانے کا بہترین طریقہ ہے۔ حضرت اَنسؓ بن مالک بچوں کے پاس سے گزرے تو سلام کیا پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔(متفق علیہ)

۵۔ زیادہ سے زیادہ سلام کرنے کی عادت بنائیں کہ سلام سے محبت بڑھتی ہے۔

۶۔ سلام اپنے مسلمان بھائی کا حق ہے۔ اس حق کی ادائیگی میں بخل اچھا نہیں۔

۷۔ سلام کرنے میں پہل کرنا اللہ کے قرب کا ذریعہ اور غرور سے نجات کا ذریعہ ہے۔

۸۔ سلام ہمیشہ زبان سے الفاظ کہہ کر کرنا چاہئے۔ البتہ دور ہونے یا آواز نہ پہنچنے کی صورت میں ہاتھ اور سر کے اشارے

میں مضائقہ نہیں۔ لیکن پھر بھی زبان سے الفاظ سلام کہنا ضروری ہے

۹۔ مرتبے یا عمر میں چھوٹے اپنے سے بڑوں کو سلام کریں۔

۱۰۔ چلتا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔

۱۱۔ تھوڑے افراد زیادہ تعداد والے افراد کو سلام کریں۔

۱۲۔ سوار پیدل چلنے والوں کو سلام کرے۔

۱۳۔ مجلس میں پہنچ کر اور مجلس سے رخصت ہوتے وقت سلام کرنا بہتر ہے۔

۱۴۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے کچھ خاص لوگوں کی بجائے سب کو سلام کیا جائے۔

۱۵۔ السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہیئے۔

۱۶۔ سوئے ہوئے لوگوں کی نیند میں خلل نہ ڈالا جائے۔

۱۷۔ قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس میں مصروف افراد کو سلام نہ کہو۔ درس وتدریس یا خطبہ دینے والے کو دوران خطبہ سلام نہ کہو' اذان دیتے ہوئے شخص کو، قضاء حاجت پر بیٹھے ہوئے شخص کو سلام نہ کہو۔

۱۸۔ فسق وفجور اور لہو ولعب میں مصروف لوگوں کو سلام نہ کہو۔

۱۹۔ یہود ونصاریٰ پر سلام میں پہل نہ کرو۔

۲۰۔ غیر مسلم اور کافر کو سلام کے بجائے آداب عرض جیسے الفاظ استعمال کرو۔ بلکہ بوقت ضرورت ومصلحت سلام بھی کہہ سکتے ہیں

۲۱۔ سلام کے بعد مصافحہ کرنا بھی آداب میں سے ہے۔

۲۲۔ عزیز یا رشتہ دار سفر سے واپس آئے تو مصافحہ اور معانقہ بھی کیا جائے۔

الغرض' سلام ذریعۂ محبت وسلامتی ہے۔ سلام دعا ہے' سلامتی اور برکت کی جان و مال گھر بار' عزت وناموس کی دعا ہے۔ سلام میں یہ اظہار ہوتا ہے کہ تم میری طرف سے ہر قسم کے ایذا اور خوف سے محفوظ ہو' سلام سراپا سلامتی ہے کہ ہمارے ربّ کے ناموں میں سے اہم نام ہے۔

سلام کے الفاظ کو رائج کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام انسانیت کے فطری جذبے کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلام امن وآشتی کا علمبردار ہے۔ اسلامی تعلیمات وآداب ہی معاشرے میں امن وسلامتی لا سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ سلام کے آداب کو ہر وقت ملحوظ رکھیں۔ سلام کو عام کریں اور اسلامی تعلیمات کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو ڈھالیں۔

مشق

1۔ سلام کے آداب تحریر کریں۔

2۔ سلام کے ذریعے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کیا پیغام دیتا ہے؟

3۔ سلام کے بارے میں تین احادیثِ رسول ﷺ کو تحریر کریں۔

4۔ قرآنی آیات کی روشنی میں سلام کی اہمیت واضح کریں۔

5۔ کن اوقات اور حالات میں سلام کہنے سے احتراز کرنا چاہیئے؟

6۔ درست جملوں پر صحیح کا نشان لگائیں۔

(i خواتین کو سلام کہنا جائز نہیں۔

(ii سلام صرف بڑوں کو کرنا چاہیئے۔

(iii سلام واقف اور غیر واقف ہر ایک کو کرنا چاہیئے۔

(iv سلام کے ذریعے باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(v کیا سلام سنتِ انبیاء ہے؟

(vi سلام کے الفاظ کہنے کے ساتھ ساتھ بوجہ ضرورت ہاتھ کا اشارہ بھی جائز ہے

(vii یہود و نصاریٰ پر سلام کہنے میں پہل کرنی چاہیئے۔

(viii گھر والوں کو سلام کرنا اچھا نہیں ہے۔

(ix بچوں کو سلام نہیں کرنا چاہیئے۔

۳۔ عفت وحیاء

مقاصد تدریس

اس سبق کا مطالعہ کر کے طلباء اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ طلباء کے ذہنوں میں حیاء وعفت کی قدر و قیمت بیٹھ جائے گی۔ ☆ عملی زندگی میں اس سے اپنانے کا جذبہ ملے گا۔
- ☆ اس موضوع پر اچھی طرح سے گفتگو کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

عفت وحیاء

عفت وحیاء کے الفاظ سے ہی وقار' سنجیدگی' شرافت و ادب شرم وستر پوشی' احساس اور شعور کے مفاہیم جھلکتے محسوس ہوتے ہیں۔ عفت وحیاء وہ عظیم اخلاقی صفات ہیں جسے ربّ موجودات نے انسان کی فطرت میں ودیعت کی ہیں۔ عفت وحیاء کی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ یہ ایسے جامع الفاظ ہیں جن کی جامعیت انسانی زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو میں شامل ہے۔ حیاء کا لفظ جو قرآن وحدیث میں استعمال ہوا ہے اس کے معنی شرم کے ہیں اور اسلام کے مخصوص اصطلاح میں حیاء سے مراد وہ شرم ہے جو کسی ناجائز اور منکر کی طرف مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اور اپنے ربّ کے سامنے محسوس کرتا ہے اور یہی شرم حیاء وہ قوت ہے جو انسان کو فحشاء اور منکر اقدام کرنے سے روکتی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقٌ وَ خُلُقُ الْاِسْلَامِ اَلْحَيَاءُ

ترجمہ: ''ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے''۔

اور دوسری حدیث بھی اسی مفہوم پر روشنی ڈالتی ہے جس میں سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذا لَمْ تَسْتَحِيِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ (بخاری شریف)

ترجمہ: ''جب تجھ میں حیاء نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر''

کیونکہ جب حیاء نہ ہوگی تو خواہشات تجھ پر غالب آجائے گی اور کوئی منکر تیرے لئے منکر نہ رہے گا۔ انسان کی فطرتِ حیاء تمام منکرات سے نفرت تو کرتی ہے لیکن سوجھ بوجھ اور پختہ شعور اور احساس کی صورت اختیار نہ کرے تو اس پر حیوانیت غلبہ پا کر انسان سے منکرات کا ارتکاب کراتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تربیت کا مقصد اسی نادانی کو دور کرنا ہے۔ اسلام نہ صرف کھلے ہوئے منکرات سے خبردار کرتا ہے بلکہ نیتوں' ارادوں اور خواہشوں کی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں انہیں بھی اس کے سامنے نمایاں کرتا ہے اور ایک ایک چیز کے مفسدات سے خبردار کرتا ہے۔ اس اخلاقی تربیت کے نتیجے میں شرم وحیاء اس قدر حساس صورت اختیار کرتی ہے کہ منکر کی طرف ادنیٰ سے ادنیٰ میلان نہیں رہتا اور نیت وخیال کی ذرا سی غلطی پر بھی تنبیہ کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔

اسلامی اخلاق میں حیاء کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ چنانچہ تمدن و معاشرت کا

جو شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں بھی اسلام نے اصلاح اخلاق کے لئے اسی سے کام لیا ہے۔

اسلام حیاء کے ذریعے مسلمان کے دل کا چور دور کرنا چاہتا ہے۔ قانون کی نظر میں زِنا کا اطلاق صرف جسمانی اتصال کو کہتے ہیں۔ مگر اخلاق کی نظر میں دائرۂ ازدواج کے باہر صنفِ مقابل کی جانب ہر میلان ارادے اور نیت کے اعتبار سے زِنا ہے۔ کسی اجنبی کے حُسن سے آنکھ کا لُطف لینا' اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا' اس سے گفتگو کرنے میں زبان کو استعمال کرنا' اس کے کوچے اور گلی کی طرف قدموں کا بار بار اٹھانا' یہ سب زِنا کے مقدمات ہیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ:

ترجمہ: ''آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زِنا نظر ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا دست درازی ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا اس راہ میں چلنا ہے اور زبان کا زنا کرنا گفتگو ہے اور دل کا زنا تمنا اور خواہش ہے اور آخر میں صنفی اعضا یا تو ان سب کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب۔

حیاء کی صفت کو تقویت دینے کے لئے سورہ نور آیت ۳۰۔۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو حکم دیا ہے کہ:

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظروں کو (غیر عورتوں کی دید) سے باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے اللہ باخبر ہے۔ اور اے نبی ﷺ مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کی دید سے) باز رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں''۔

الغرض حیاء کے ذریعے انسان کو اپنے نفس پر قابو پانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ربّ کے وجود کا احساس' محسن و منعم ربّ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ربّ کے دیئے ہوئے اصولوں کی پاسداری کا جذبہ اور ہر عمل میں اخلاص پیدا کرنے کا ذریعہ حیاء ہے۔ حیاء کی صفت جتنی زیادہ ہوگی ایمان اتنا ہی مستحکم ہوگا اور حیاء جتنی غالب ہوگی اتنا ہی اخلاص و للّٰہیت اعمال میں نمودار ہوگی۔ گویا حیاء انسانی اعمال کے لئے ایک بریک اور قابو رکھنے کا ذریعہ ہے۔

مشق

1۔ مختصر جواب دیں۔

(i حیاء اور عفت کے الفاظ سے کون سے مفاہیم جھلکتے محسوس ہوتے ہیں۔

(ii حیاء و عفت کی ہمہ گیری اور وسعت پر مختصر نوٹ لکھیں۔

(iii اصطلاحِ شریعت میں منکر اور حیاء سے کیا مراد ہے؟

(iv اسلام کی اخلاقی تربیت کا اہم مقصد کیا ہے؟

(v دینِ اسلام کے اخلاق کیا ہیں؟

2۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں عفت و حیاء پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ سے کما حقہ حیاء کس طرح ممکن ہے؟ حدیث کی روشنی میں بیان کریں۔

4۔ حیاء کی صفت کو تقویت دینے کے لئے سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے؟

5۔ خالی جگہ پُر کریں۔

(الف) اِذَا لَمْ تستحیی .... ماشئتَ۔

(ب) حیاء اور بے حیائی دو................ رویوں کا نام ہے۔

(ج) حیاء کے ذریعے نفس پر................ کی تعلیم دی گئی ہے۔

(د) حیاء انسان کو................ سے روکتی ہے۔

(ہ) حیاء کی صفت جتنی زیادہ ہوگی .... اتنا ہی مستحکم ہوگا۔

باب چہارم

ہدایت کے سرچشمے / مشاہیرِ اسلام

۱۔ جابر بن حیان

اسلام اور علم

دینِ اسلام نے اپنے آتے ہی اس دنیا کو ایک نئی تہذیب سے متعارف کرایا۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو علم کی اہمیت بتائی اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد عربی ﷺ کی زبانِ اقدس سے کہلوایا کہ:

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے''۔

پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ جو خود علم کا شہر اور علم کا منبع تھے اپنی دعاؤں میں اللہ سے علم کی فراوانی مانگا کرتے تھے۔

''رَبِّ زِدْنِی عِلْماً'' (سورۃ طٰہٰ ۱۱۴)۔ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما''۔

دنیا کا کوئی مذہب اور تہذیب ایسی نہیں گزری جس نے علم اور تحقیق پر اتنا زور دیا ہو جتنا دینِ اسلام نے دیا ہے۔ قرآن مجید فرقانِ حمید میں جا بجا ہدایت کی گئی ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرو۔ کائنات کی ہر چیز کو گہری نظر سے دیکھو۔ سوچو فکر کرو، غور کرو، کیونکہ کائنات کا ہر نظام ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرے گا کہ ایک عظیم الشان قوت موجود ہے جو اس کائنات کی خالق اور مالک ہے جو ہمارا حقیقی رب ہے۔ اس دنیا میں موجود ہر نظام اور ہر مظہر اللہ کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اپنی انہی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے چنانچہ پہلے ہی روز سے مسلمانوں کو علم سے محبت اور عقیدت ہوگئی۔ جب زمانہ ترقی کرتے کرتے سائنس کی دنیا میں پہنچا تو مسلمان کسی سے پیچھے نہ رہے اور تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے سائنس کی دنیا میں بھی وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ آج تک دنیا کی اقوام ان سے مستفید ہو رہی ہیں۔ انہی عظیم لوگوں میں ایک نام ''جابر بن حیان'' کا بھی ہے جنہوں نے سائنس کی دنیا میں اپنا ایک نام اور مقام بنایا۔ جن کی خدمات کا اعتراف آج پوری دنیا کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔

جابر بن حیان۔ عظیم مسلمان سائنس دان

جابر بن حیان کا پورا نام ''ابو موسیٰ جابر بن حیان'' تھا۔ ان کی پیدائش ۷۲۲ عیسوی میں ہوئی۔ طویل عرصے تک سائنس کی دنیا پر راج کرنے کے بعد ۸۱۵ عیسوی میں کوفہ میں فوت ہوئے۔ سائنسی علوم کی شاخ کیمیا میں انتہائی دلچسپی رکھتے تھے۔ اپنی تحقیق، ایجادات اور دریافتوں کی بدولت بابائے کیمیا کہلاتے ہیں۔ جابر بن حیان امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ امام جعفر صادق خود بھی اپنے زمانے کے بلند پایہ کیمیا دان گزرے ہیں۔ استاد کی توجہ اور شاگرد کی لگن و محنت نے سائنس کی دنیا پر جابر بن حیان کے نام کو زندۂ جاوید کر دیا جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ بقول اقبالؔ:

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خدمات

جابر بن حیان نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد والد کے دواخانے پر طبابت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ چونکہ طبیعت تحقیق کی طرف راغب تھی لہٰذا کچھ عرصہ بعد کیمیائی تحقیق پر توجہ مرکوز کی۔ شروع شروع میں جابر بن حیان نے قدیم مصری اور یونانی کیمیا گروں کی طرح تانبے سکے اور لوہے سے سونا اور چاندی بنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ تاہم اپنی مسلسل اور انتھک محنت اور تحقیق کی بدولت تین تیزابوں کو دریافت کیا۔ تیزابوں کا ایک آمیزہ بنایا جسے ایکوا ریجیا کہا جاتا ہے جو سونے کی تحلیل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جابر بن حیان نے قرع انبیق نامی ایک آلہ بھی ایجاد کیا جس کی مدد سے کیمیائی مادوں کو گرم کر کے صاف شدہ کیمیائی مادے حاصل کئے جاتے تھے۔

جابر بن حیان نے چمڑا رنگنے، خضاب بنانے اور موم جامہ بنانے کا طریقہ بھی دریافت کیا۔ عمل کشید اور فلٹر کرنے کے طریقے بھی انہوں نے ہی ایجاد کیے۔ گندھک اور پارہ کے بارے میں دھاتی نظریہ بھی جابر بن حیان نے پیش کیا۔ انہوں نے دھاتوں کی ارضیاتی بناوٹ کا نظریہ بھی پیش کیا۔ عناصر کے متعلق یونانی نظریے میں ترامیم بھی اسی عظیم مسلمان سائنس دان کا کام ہے۔ اینٹی منی اور آرسینک (دو اہم ترین عناصر) کا استخراجی طریقہ بھی جابر بن حیان نے بتایا۔ دھاتوں کو ان کے بھرت سے علیحدہ کرنے کے طریقوں کو مزید بہتر بنایا۔ جابر بن حیان کو دنیا کا پہلا بڑا کیمیا دان تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ جہاں ایک عہد ساز سائنسدان تھے وہاں ایک مصنف بھی تھے۔ اس عظیم مسلمان سائنسدان کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

مشق

1۔ ذیل میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i اسلام میں علم کی کیا اہمیت ہے؟ قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں واضح کریں۔

(ii جابر بن حیان کی سائنسی خدمات پر جامع نوٹ لکھیں۔

2۔ خالی جگہ پر کریں۔

(i دینِ اسلام نے دنیا کو ایک نئی .... سے متعارف کرایا۔

(ii جابر بن حیان .... عیسوی میں پیدا ہوئے

(iii جابر بن حیان عیسوی میں .... میں فوت ہوئے۔

(iv جابر بن حیان کے استاد .... تھے۔

(v جابر بن حیان کیمیا دان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک .... تھے۔

(vi جابر نے اپنی عملی زندگی کا آغاز .... سے کیا۔

3۔ ذیل میں دیئے گئے جملوں کو درست کر کے لکھیں۔

(i علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد پر فرض ہے۔

(ii جابر بن حیان کے استاد ان کے والد تھے۔ جو اپنے عہد کے بڑے کیمیا دان تھے۔

(iii جابر بن حیان یونانی سائنسدان تھے۔

(iv ایکوار یجیا لوہے کی تحلیل میں استعمال ہوتا ہے۔

(v جابر بن حیان نے منجنیق نامی آلہ ایجاد کیا۔

(vi اینٹی منی اور آرسینک کے بارے میں دھاتی نظریہ جابر بن حیان نے پیش کیا۔

(vii جابر بن حیان نے عناصر کے لاطینی نظریہ میں ترامیم کیں۔

(viii جابر بن حیان کو بابائے حیاتیات تسلیم کیا جاتا ہے۔

4۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i اسلام کائنات کی ہر چیز پر غور وفکر کرنے کی دعوت کیوں دیتا ہے؟

(ii سائنس کی دنیا میں تحقیق کی کیا اہمیت ہے؟

(iii جابر بن حیان کو بابائے کیمسٹری کیوں کہا جاتا ہے؟

۲۔ موسیٰ بن نصیر

اقوامِ عالم کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان قوم ایک شاندار ماضی کی حامل رہی ہے۔ مسلمان قوم میں ایسی ایسی بے نظیر و باکمال ہستیاں گزریں جن کے مقابلے میں دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت بھی حقیر نظر آتی ہے۔ ان عظیم لوگوں نے اپنے کردار و عمل، شجاعت و بہادری اور ہمت و حوصلے سے مسلمان قوم کو اقوام عالم میں سرخرو کیا۔ ان کے عظیم کارناموں پر دنیا آج بھی رشک اور حیرت کا اظہار کرتی ہے۔ یہی لوگ اصل میں ہماری قوم کے ہیرو اور شاہین ہیں۔

کسی بھی قوم کا ماضی اس کے مستقبل کا معمار ہوتا ہے۔ ماضی کی بنیادیں مضبوط ہوں تو مستقبل کی عمارت مضبوط اور ناقابل تسخیر ہوتی ہے۔

ہمارے ماضی کو جن عظیم ہستیوں نے شاندار اور ناقابلِ فراموش بنایا۔ ان میں ایک شخصیت ''موسیٰ بن نصیر'' کی بھی ہے۔ موسیٰ بن نصیر کی پیدائش ۶۴۰ء میں ہوئی۔ وہ عرب قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ موسیٰ بن نصیر اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں شمالی افریقہ کے گورنر اور فوجی جرنیل تھے۔ افریقہ اور اندلس موسیٰ بن نصیر ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اندلس (اسپین) کی اندرونی حالت پادریوں کی من مانیوں کے باعث بے حد خراب ہوچکی تھی۔ اُندلس کے تمام حکمران ان پادریوں کے سامنے بے بس تھے۔ جب حکمرانوں کا یہ حال ہوتو عوام بے چارے کس حال میں ہوں گے۔ اندلس کے عیسائی عوام انتہائی ذلت کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی حالت جانوروں سے بھی زیادہ بدتر تھی۔ حکمران، امراء، خانقاہوں کے راہب اور کلیسا کے پادری سب ہی مے عشرت میں مدہوش اور اپنی رعایا سے بے خبر تھے۔ اس زمانے کے بادشاہ رواوتیز نے کلیسا کی اجارہ داریوں کی بڑھتی ہوئی بدعنوانیوں کو روکنے کی کوشش کی حالانکہ وہ خود بھی ایک عیش پرست حکمران تھا۔ مگر وہ پادریوں کو ایک حد تک جانے کی اجازت دے رہا تھا۔ اس لئے جب پادریوں نے اسے اپنے خلاف پایا تو اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اس کی جگہ اپنے من پسند ایک بوڑھے فوجی راڈرک کو تخت پر بٹھا دیا گیا۔ راڈرک ایک عیاش پرست انسان تھا۔ تخت نشین ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی اس نے ایک عیسائی امیر کاؤنٹ جولین کی بیٹی کی عصمت دری کی جس کا نام فلورنڈا بتایا جاتا ہے۔

جب اس بات کا علم کاؤنٹ جولین کو ہوا تو اس کی غیرت جوش میں آگئی اور اس نے اپنی مظلوم بیٹی کا بدلہ لینے کے لئے ظالم راڈرک کی حکومت کا تختہ الٹنے کا پکا ارادہ کرلیا۔ کاؤنٹ جولین نے بہت سوچنے کے بعد مسلمان جرنیل اور افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر کو اپنی مدد کے لئے پکارا جو اندلس سے بہت قریب تھے۔ کاؤنٹ جولین نے موسیٰ بن نصیر کو ہر طرح کی رہنمائی اور ممکنہ مدد کی یقین دہانی کرائی اور زور دیا کہ وہ جلد از جلد اسپین پر حملہ کردیں۔

موسیٰ بن نصیر نے اُندلس کے اندرونی حالات اور ظالم بادشاہ راڈرک کی عیاشی اور سفاکی کے واقعات سننے کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک کو دمشق خط لکھا اور اسپین پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی۔ خلیفہ ولید نے موسیٰ بن نصیر کو اجازت دے دی مگر

ساتھ یہ بھی ہدایت بھی کردی کہ پہلے اچھے طریقے سے تحقیق کرلو پھر حملہ کرنا لہٰذا موسیٰ بن نصیر نے ۹۱ ہجری میں اپنے ایک غلام ظریف بن مالک کو ۵۰۰ مجاہدین کے ساتھ اندلس کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ ظریف بن مالک نے واپس آکر وہی حالات بتائے جو کاؤنٹ جولین نے بیان کئے تھے۔ ۹۲ ہجری میں موسیٰ بن نصیر نے اپنے ایک سالار طارق بن زیاد کو ۷۰۰۰ فوج دیکر کاؤنٹ جولین کے ہمراہ اسپین روانہ کیا۔ یہ فوج کشتیوں کے ذریعے اندلس پہنچی اور ایک پہاڑی مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ وہی پہاڑ ہے جو بعد میں جبرالٹر (جبلِ طارق) کے نام سے مشہور ہوا۔ راڈرک کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلا۔ وہاں دوسری طرف موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار کی کمک روانہ کردی۔ مسلمان بارہ ہزار نفوس کے ساتھ ایک لاکھ نفوس پر مشتمل فوج کے مقابلے میں آکھڑے ہوئے۔ باطل کبھی حق کے سامنے ڈٹ نہیں سکتا۔ یہی ہوا اور راڈرک کو شکست فاش ہوئی اور وہ ذلت کی موت مارا گیا۔

مسلمان فوج نے اپنے آپ کو کئی حصوں میں بانٹ لیا اور اندلس کے مختلف صوبوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں مکمل کرلیں۔ فوج کا ایک حصہ غرناطہ کی طرف بڑھا۔ دوسرا قرطبہ پر حملہ آور ہوا۔ تیسرے نے مالغہ کی راہ اور چوتھے حصے نے طارق بن زیاد کی سرکردگی میں اندلس کے پایہ تخت طلیطلہ کا رخ کیا۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی اور مسلمانوں نے طلیطلہ پر قبضہ کرلیا۔ موسیٰ بن نصیر کو اپنی فوج کی کارکردگی کی مسلسل خبریں مل رہی تھیں۔ انہوں نے مزید فوج کے ساتھ خود بھی اندلس جانے کا فیصلہ کیا تاکہ پورے اندلس کو فتح کرلیا جائے۔ موسیٰ بن نصیر نے اندلس پہنچتے ہی سب سے پہلے انتہائی مضبوط و مستحکم شہر قرمونہ کو فتح کیا۔ اس کے بعد اشبیلیہ فتح ہوا۔ اندلس کے تمام علماء اور پیشوا اسی شہر میں رہتے تھے۔ وہاں دوسری طرف قرطبہ بھی فتح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد موسیٰ بن نصیر نے اندلس کے باقی حصوں پر چڑھائی کرنے کے انتظامات مکمل کئے جو ابھی تک فتح نہیں ہوئے تھے پھر دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان پورے اندلس پر قابض ہوگئے۔ اندلس کے عیسائیوں پر مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ چکی تھی اب وہ کسی مزاحمت کے قابل نہیں رہے تھے۔ مسلمانوں نے اندلس میں ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالی اور پھر آٹھ سو سال تک یہاں عظیم الشان حکومت کی۔

اندلس کی مکمل فتح کے بعد موسیٰ بن نصیر ۱۵ے۷ء میں ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے دمشق پہنچے اور ۷۱۶ء میں ان کی زندگی کا چراغ گل ہوگیا۔

مشق

1۔ ذیل میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات اپنی کاپیوں پر لکھیں۔

(i اندلس کی فتح کا حال مختصر کر کے اپنے الفاظ میں لکھیں۔

(ii مسلمانوں کی آمد سے پہلے اندلس کے سیاسی و مذہبی حالات کیا تھے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

2۔ مختصر جواب تحریر کریں۔

(i کاؤنٹ جولین نے موسیٰ بن نصیر کو اسپین پر حملہ کرنے کی دعوت کیوں دی تھی؟

(ii راڈرک کو اندلس کا بادشاہ کیوں بنایا گیا تھا؟

(iii بادشاہ رواوتیز کی حکومت کا تختہ کیوں الٹا گیا تھا؟

(iv کسی بھی قوم کا ماضی اس کے مستقبل کا معمار ہوتا ہے؟ کیسے۔

(v مسلمانوں نے اندلس کے عوام کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

3۔ درست جواب کا انتخاب کرتے ہوئے خالی جگہ پر کریں۔

(i راڈرک نے .... نامی لڑکی کی عصمت دری کی۔(فلورنڈا۔فورنڈا۔فلائے ریڈا)

(ii موسیٰ بن نصیر نے .... ہجری میں طارق بن زیاد کو اُندلس بھیجا۔

(۷۲ہجری۔۸۲ہجری۔۹۲ہجری)

(iii موسیٰ بن نصیر نے .... افریقہ فتح کیا۔ (شمالی۔جنوبی۔مشرقی)

(iv اندلس کا پایہ تخت .... تھا۔ (قرطبہ۔اشبیلہ۔طلیطلہ)

(v طارق بن زیاد نے .... ہزار فوج کے ساتھ راڈرک کا مقابلہ کیا۔ (۲۲۔۱۲۔۳۲)

4۔ غلط جملوں کو درست کر کے لکھیں۔

(i اُندلس کے تمام علماء اور پیشواء قرطبہ میں رہتے تھے۔

(ii جبرالٹر کو جبلِ نور بھی کہا جاتا ہے۔

(iii اندلس کا پایہ تخت غرناطہ تھا۔

(iv اندلس کے حکمران بہت مہربان شریف النفس اور رعایا سے محبت کرنے والے تھے۔

(v موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک سے اندلس پر حملہ کی اجازت مانگی۔

- بڑوں کا ادب کرنا اچھی عادت ہے۔
- نیک بنو نیکی پھیلاؤ۔
- والدین کا احترام کرنا چاہیے۔
- سچ بولنا اچھی عادت ہے۔
- چوری کرنا گُناہ ہے۔
- صبح سویرے اُٹھنا اچھی عادت ہے۔
- علم کی روشنی پھیلاؤ۔
- جھوٹ بولنا بُری بات ہے۔
- اساتذہ کا احترام کرنا چاہیے۔
- صفائی نصف ایمان ہے۔

قومی احتساب بیورو بلوچستان

جملہ حقوق بحق بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ محفوظ ہیں

منظور کردہ صوبائی محکمہ تعلیم حکومت بلوچستان کوئٹہ، پاکستان No. SO (Academic)/ EDN:/ 2-6/ 2276 مورخہ 18 جنوری 2013 بمطابق قومی نصاب 2006ء اور نیشنل ٹیکسٹ بک اینڈ لرننگ میٹریل پالیسی 2007ء دفتر ڈائریکٹر بیورو آف کریکولم اینڈ ایکسٹینشن سینٹر بلوچستان کوئٹہ بحوالہ مراسلہ نمبر C.B /9019 مورخہ 21 جنوری 2013 اس کتاب کو بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ نے ناشر سے پرنٹ لائسنس حاصل کر کے سرکاری سکولوں میں مفت تقسیم کے لیے بھی طبع کیا ہے۔ بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کا کوئی حصہ کسی امدادی کتاب یا گائیڈ وغیرہ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد کِشورِ حَسِین شاد باد
تُو نِشانِ عزمِ عالی شان اَرضِ پاکِستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَرزمین کا نِظام قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم، مُلک، سَلطنت پائِندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پَرچمِ سِتارہ و ہِلال رَہبرِ تَرقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ اِستقبال
سایۂ خدائے ذُوالجلال

کوڈ نمبر ISL-IX/337(NP-2007)13
سیریل نمبر

قیمت	تعداد	ایڈیشن	سال اشاعت
Free	8,000	اول	2020